# فقه الأدعية الأذكار

تالیف:
فضیلۃ الشیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# موضوعات کی فہرست


❁ لوط علیہ السلام کی دعاء
❁ شعیب علیہ السلام کی دعاء
❁ یوسف علیہ السلام کی دعاء
❁ ایوب علیہ السلام کی دعاء
❁ یونس علیہ السلام کی دعاء
❁ موسیٰ علیہ السلام کی دعاء (۱)
❁ موسیٰ علیہ السلام کی دعاء (۲)
❁ موسیٰ علیہ السلام کی دعاء (۳)
❁ موسیٰ علیہ السلام کی دعاء (۴)
❁ سلیمان علیہ السلام کی دعاء
❁ زکریا علیہ السلام کی دعاء
❁ ہمارے نبی محمد ﷺ کی دعاء (۱)
❁ ہمارے نبی محمد ﷺ کی دعاء (۲)
❁ ہمارے نبی محمد ﷺ کی دعاء (۳)
❁ ہمارے نبی محمد ﷺ کی دعاء (۴)
❁ مومنوں کی دعائیں (۱)
❁ سورۃ بقرۃ کے اخیر میں مومن کی دعاء (۲)
❁ سورۃ بقرۃ کے اخیر میں مومن کی دعاء (۳)
❁ مومنوں کی دعائیں (۴)
❁ مومنوں کی دعائیں (۵)
❁ مومنوں کی دعائیں (۶)
❁ مومنوں کی دعائیں (۷)
❁ مومنوں کی دعائیں (۸)

❁ مومنوں کی دعائیں (۹)
❁ مومنوں کی دعائیں (۱۰)
❁ فرشتوں کی دعاء
❁ سنتِ نبوی کی جامع دعائیں (۱)
❁ سنتِ نبوی کی جامع دعائیں (۲)
❁ سنتِ نبوی کی جامع دعائیں (۳)
❁ سنتِ نبوی کی جامع دعائیں (۴)
❁ سنتِ نبوی کی جامع دعائیں (۵)
❁ استعاذہ کی حدیثیں (۱)
❁ استعاذہ کی حدیثیں (۲)
❁ استعاذہ کی حدیثیں (۳)
❁ استعاذہ کی حدیثیں (۴)
❁ استعاذہ کی حدیثیں (۵)
❁ استعاذہ کی حدیثیں (۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

## لوط علیہ السلام کی دعاء

اللہ رب العالمین نے اپنی مبارک کتاب قرآن مجید میں انبیاء کرام کی جن دعاؤں کو بیان کیا ہے ان ہی دعاؤں میں سے ایک دعاء لوط علیہ السلام کی دعاء کا بھی ذکر کیا ہے یقیناً وہ ایسی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے جو قوم اللہ رب العالمین کے ساتھ شرک کرنے کے ساتھ ساتھ ایک انتہائی قبیح برائی کا ارتکاب کرتی تھی جس برائی کو ان سے پہلے کسی قوم نے انجام نہیں دیا اور وہ برائی مردوں کے ساتھ بدکاری کرنا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ [80] إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ ﴾

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے دنیا جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو، بلکہ تم تو حد ہی سے گزر گئے ہو۔ (سورہ الأعراف: 80-81)

یہ قبیح فعل ان کے اندر بہت عام اور پھیلا ہوا تھا، یہاں تک کہ بسا اوقات اس فعل کو وہ بھری محفلوں میں لوگوں کے سامنے کیا کرتے تھے اور وہ لوگ اس سے عار بھی محسوس نہیں کرتے تھے اسے برائی بھی نہیں سمجھتے تھے اور نہ کسی وعظ و نصیحت کرنے والے کی رعایت اور نصیحت کی پرواہ کرتے تھے، وہ لوگ جانوروں کی طرح بل کہ ان سے بھی زیادہ گمراہی کا شکار تھے.

یہ اللہ کے نبی لوط علیہ السلام کی دعاء جس کو اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب میں بیان کیا.

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ [168] رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴾

اس نے کہا بے شک میں تمہارے کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں میں سے ہوں. اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے نجات دے جو یہ کرتے ہیں۔ (سورۃ الشعراء: 168-169)

لوط علیہ السلام نے سخت غصے کا اظہار کیا اور اس برے عمل سے برآت کا اعلان کیا پھر اپنے رب سے دعاء کی اور کہا: ﴿ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴾

اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے نجات دے جو یہ کرتے ہیں۔ (سورۃ الشعراء: 169)

اس دعاء میں اللہ رب العالمین سے اس برے عمل، اس کی نحوست اور اس کی سزا سے پناہ طلب کی گئی ہے۔

اس دعاء میں بندوں کو اس بات کی تعلیم اور رہنمائی ہیکہ وہ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑے رہے اور اس سے برے اعمال و اَقوال سے پناہ مانگتے رہے اور اس کی نحوست اور ہلاکت وخطرناکی سے نجات طلب کرے خاص طور سے اس وقت جب برائیاں ہر طرف بالکل پھیل گئی ہو اور فاسق لوگ برائیوں کو کھلے عام انجام دینے لگے ہو.

اللہ کے رسول ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے کہ:

زیاد بن علاقہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ مسلسل یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ

مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ.

اے اللہ میں برے اخلاق، برے اعمال اور بری خواہشات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔[1]

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیکہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیشہ یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى، وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى.

اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، تقوی، پاکدامنی اور بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔[2]

شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، عَلِّمْنِي تَعَوُّذًا أَتَعَوَّذُ بِهِ. فَأَخَذَ بِيَدِي ثُمَّ قَالَ: قُلْ: أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي، وَشَرِّ بَصَرِي، وَشَرِّ لِسَانِي، وَشَرِّ قَلْبِي، وَشَرِّ مَنِيِّي. قَالَ: حَتَّى حَفِظْتُهَا. قَالَ سَعْدٌ: وَالْمَنِيُّ مَاؤُهُ.

عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، عَلِّمْنِي دُعَاءً أَنْتَفِعُ بِهِ. قَالَ: قُلِ اللَّهُمَّ عَافِنِي مِنْ شَرِّ سَمْعِي، وَبَصَرِي، وَلِسَانِي، وَقَلْبِي، وَشَرِّ مَنِيِّي. يَعْنِي: ذَكَرَهُ.

شکل بن حمید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے دعا سکھائیے جس سے میں فائدہ اٹھاؤں، آپ نے فرمایا: "کہو اللَّهُمَّ عَافِنِي مِنْ شَرِّ سَمْعِي، وَبَصَرِي، وَلِسَانِي، وَقَلْبِي، وَشَرِّ مَنِيِّي اے اللہ! تو مجھے پناہ دے کان، نگاہ، زبان، دل اور منی (نطفہ) کی برائی سے۔[3]

منی (نطفہ) یعنی شرمگاہ کی برائی سے اللہ رب العالمین سے پناہ مانگنا ایک انسان کی زندگی میں چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث بہت ضروری ہے خاص طور سے ایسے وقت میں جب فتنہ وفساد پر ابھارنے اور اس کی طرف لے جانے والے اسباب بھت زیادہ ہو۔ یقیناً شرمگاہ کی خواہش سب سے بڑی مصیبت وآزمائش جس میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے اور جب یہ شہوت بھڑکتی تو انسان کو برے راستے، برے عادت واطوار اور دور کی ہلاکت وبربادی کی طرف لے کر چلی جاتی ہے۔ اور قوم لوط کا عمل اسے باب میں سے ہے۔

یہاں تک کہ اللہ رب العالمین نے ان کی اس شہوت (بری خواہش) کی صفت بیان کی، اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾

تیری عمر کی قسم! بے شک وہ یقیناً اپنی مدہوشی میں بھٹکے پھرتے تھے۔ (سورہ الحجر:72)

علامہ ابن سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیکہ: یہ مدہوشی اس برے فعل سے محبت کی مدہوشی تھی جس کو انجام دیتے وقت وہ کسی کی ملامت کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے اور یقیناً یہی شرمگاہ کی برائی ہے جس سے نجات حاصل کرنے اور محفوظ رہنے کے لیے بندوں پر واجب

---

[1] ترمذی:3591۔
[2] صحیح مسلم:2721۔
[3] نسائی:5459، 5499۔

ہیکہ وہ اپنے رب سے دعاء مانگتا رہے.[1]

اس لیےکہ جب شہوت قوم لوط پر غالب آ گئی تو انہوں نے نہ لوط علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا، اور نہ ہی ان کے منع کرنے سے اس برائی سے رکے بلکہ وہ عناد وسرکشی پر اتر آئے یہاں تک کہ انہوں نے لوط علیہ السلام سے اس دردناک عذاب کا مطالبہ کیا جس عذاب سے وہ ان کو ڈراتے تھے۔

تب لوط علیہ السلام نے اللہ رب العالمین سے دعاء کی کہ وہ اس فاسد قوم پر ان کی مدد کرے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ﴾

حضرت لوط (علیہ السلام) نے دعا کی کہ پروردگار! اس مفسد قوم پر میری مدد فرما۔ (العنکبوت:30)

اللہ رب العالمین نے ان کی دعاء کو قبول کیا اور اس قوم کو ہلاک و برباد کرنے کیلئے اپنے فرشتوں کو بھیجا اور اس عذاب کو نازل کیا جو ظالم وسرکش قوم سے پر آتا ہے۔

لوط علیہ السلام کی قوم کا معاملہ اتنا عجیب اور وہ لوگ سرکشی میں اتنے زیادہ مدہوش تھے کہ جب عذاب کے فرشتے انتہائی خوبصورت نوجوان آدمی کی شکل وصورت میں لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو قوم کے لوگ بھاگتے دوڑتے ہوئے ان کے گھر آئی اور ان کے مہمانوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتی تھی پھر لوط علیہ السلام نے ان کو ڈانٹا، منع کیا، ڈرایا دھمکایا۔اللہ رب العالمین نے ان کی باتوں کو بیان کیا جو انہوں نے اپنی قوم سے کہی تھی.

اللہ کا فرمان: ﴿وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ﴾ (سورہ ھود:72)

اور اس کی قوم دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ پہنچی، وہ تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی، لوط ﷺ علیہ السلام نے کہا اے قوم کے لوگو! یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لئے بہت ہی پاکیزہ ہیں، اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو، کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں.

مگر یہ کہ قوم اتنی زیادہ سرکش اور اپنی شہوت میں اتنی مدہوش تھی کہ ان پر اللہ کا عذاب وسزا نازل ہوئی جیسا کہ اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب عزیز میں مختلف مقامات پر ان کے قصے کو بیان کیا ہے.

اللہ کا فرمان: ﴿إِنَّا مُنزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ[34] وَلَقَد تَّرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾

بے شک ہم اس بستی والوں پر آسمان سے ایک عذاب اتارنے والے ہیں، اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔ [34] البتہ ہم نے اس بستی کو صریح (واضح) عبرت کی نشانی بنا دیا ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔ (سورہ العنکبوت:35)

---

[1]) تفسیر ابن سعدی: ص:502۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ مُجْرِمِينَ [32] لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ طِينٍ [33] مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ [34] فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ [35] فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ [36] وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾

(حضرت ابرہیم علیہ السلام) نے کہا کہ اللہ کے بھیجے ہوئے (فرشتو!) تمہارا کیا مقصد ہے؟۔انہوں نے جواب دیا کہ ہم گناہ گار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔تاکہ ہم ان پر مٹی کے کنکر برسائیں۔جو تیرے رب کی طرف سے نشان زدہ ہیں،ان حد سے گزر جانے والوں کے لیے۔پس جتنے ایمان والے وہاں تھے ہم نے انہیں نکال لیا۔اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر پایا۔اور وہاں ہم نے ان کے لیے جو دردناک عذاب کا ڈر رکھتے ہیں ایک (کامل) علامت چھوڑی۔(سورہ الذاریات:32-37)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ مَنْضُودٍ [82] مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾

پھر جب ہمارا حکم آپہنچا، ہم نے اس بستی کو زیر وزبر کر دیا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکر یلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔تیرے رب کی طرف سے نشان دار تھے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔(سورہ ھود:82-83)

اس آیت میں اس بات کی دلیل ھیکہ یہ سزا وعذاب ان لوگوں سے دور نہیں ہے جو قوم لوط کا عمل انجام دیتے ہیں.

ہم اللہ کے غضب اور اس کے دردناک عذاب سے پناہ چاہتے ہیں اور ہم اللہ سے سوال کرتے ہیکہ وہ مسلمانوں کو فتنے سے بچائے رکھ اور برائیوں اور آزمائشوں سے ان کو اپنی پناہ میں لے لے اور ان کو فحش کام کرنے اور اس کی سزا سے بچالے بیشک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے آمین.

## شعیب علیہ السلام کی دعاء

قرآن مجید میں انبیاء کرام کی جو دعائیں وارد ہوئی ہیں ان ہی میں سے ایک دعاء جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی شعیب علیہ السلام کے قصے میں ذکر کیا ہے. جو اللہ کے دین کی تبلیغ اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دینے کے راستے میں جن تکالیف اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان تکالیف اور اذیتوں کو برداشت کرنے اور ان پر صبر کرنے میں ایک اعلیٰ مثال ہے، ان کی قوم کے ساتھ ان کا جو معاملہ پیش آیا اللہ رب العالمین نے ہمارے لیے اس کو بیان کیا ہے.

اللہ کا فرمان: ﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ[88] قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ﴾ (سورہ الأعراف: 88-89)

ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب! ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے الّا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ۔ شعیب (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آجائیں جبکہ ہم اس کو مکروہ (ناپسندیدہ) ہی سمجھتے ہوں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے اگر ہم تمہارے دین میں آجائیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجائیں، لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیکہ: یہ اللہ رب العالمین کی جانب سے خبر دی گئی ہیں اس بات کی جب کافروں نے اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ان کو دھمکی دی کہ ان کو جلاوطن کریں گے یا ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے انہیں اپنی ملت ومذہب کی طرف لوٹنے پر مجبور کیا اور یہ خطاب رسول اور ان کی پیروی کرنے والوں کے ساتھ تھا۔[1]

یہاں واضح طور پر کفار کی طرف سے شعیب علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو سخت دھمکی دی گئی ہیکہ اگر وہ لوگ ان کی کفریہ ملت کی طرف لوٹ کر نہیں آئے تو ان کو شہر بدر کر دیں گے. اسی لیے شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ ﴿أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ﴾ کیا ہم تمہاری ملت کی طرف لوٹ کر آجائیں جبکہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں؟ یہ استفہامِ انکاری وتعجبا سوال کیا یعنی کیا ہم تمہارے باطل دین کی پیروی کریں گے جبکہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں یقیناً ہم اس کے باطل ہونے کو جانتے ہیں. اور اس کی طرف تو دعوت اسے دی جائے جو اس میں رغبت وخواہش رکھتا ہے اور جو اس سے اور اس کے پیروکاروں سے برآت کا اعلان کرتا ہے اسے کیسے اس کی طرف بلایا جائے گا.[2]

[1] تفسیر ابن کثیر: ص: 3/444۔
[2] تفسیر ابن سعدی: ص: 334۔

اس پیراگراف میں اس بات کی دلیل ہیکہ: بیشک اللہ جس کسی کو بھی ایمان کی توفیق دے اوراسکی بشاشت اس کے دل میں بیٹھ چکی ہوتو وہ کبھی بھی مایوس وناراض نہیں ہوتا اوروہ نہیں چاہتا کہ ھدایت کا راستہ واضح ھوجانے کے بعد فساد وگمراہی کا راستہ اختیار کرے۔اسی بات کو شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بتایا۔

اللہ کا فرمان:﴿ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا ﴾

ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہوجائیں گے اگر ہم تمہارے دین میں آجائیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی۔(سورہ الأعراف:89)

امام طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیکہ: اگر ہم تمہارے دین وملت کی طرف لوٹ آئیں جبکہ اللہ نے ہمیں اس سے بچالیا ہے تب تو ہم اللہ کی جانب جھوٹی بات منسوب کرنے والے ہوجائیں گے حالانکہ اللہ نے ہم کو ہدایت کا صحیح اور درست راستہ بھی دکھایا جس پر ہم ہیں۔[1]

یہ شعیب علیہ السلام کا قول جب وہ کافروں سے مایوس ہوگئے کہ جب کافروں نے انہیں اور مومنوں کو ان کے کفر کی طرف دعوت دی بلایا، اور شعیب علیہ السلام نے ان کیلئے واضح کردیا کہ جو انہوں نے کفر وشرک کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہیں یہ اللہ رب العالمین پر بہت بڑی تہمت اور الزام تراشی ہے اوراس سے بڑی تہمت اور کیا ہوسکتی ہیکہ کوئی اللہ کے علاوہ دوسرے کی عبادت کرے اوراس کی خصوصیات میں جو اس کے ساتھ خاص ہیں اس میں کسی کو شریک کرے بلکہ اللہ کے علاوہ نہ کوئی معبود ہے اور نہ اسکے سوا کوئی رب ہے اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔

شعیب علیہ السلام نے اللہ رب العالمین کے اس احسان کو یاد کیا جو اللہ نے ان پر اوران کے ساتھ ایمان لانے والوں پر کیا اس طور سے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کفر وشرک سے نجات دی اور اسلام وایمان اور توحید کی ھدایت عطا کی۔بیشک اللہ رب العالمین اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اوراسے حق پر قائم رہنے کی توفیق دیتا ہے اوراپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ذلیل ورسوا کرتا ہے اوروہ حق سے گمراہ ہوجاتا ہے اور باطل پر قائم رہتا ہے اسی بات کو شعیب علیہ السلام نے بیان کیا۔

اللہ کا فرمان:﴿ وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾

اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجائیں،لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو۔ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

اس آیت میں اس بات کا بیان ہیکہ ہر معاملے کو تسلیم کرتے ہوئے اسے اللہ کی مشیئت کی طرف لوٹانا چاہیے اس لیے کہ اللہ ہی کی ذات ایسی ہے جس کا علم ہر چیز کو محیط ہے(گھیرے ہوئے ہے)وہ ماضی،حال اور مستقبل کی تمام باتوں کو جانتا ہے اگر کوئی چیز نہیں ہوئی تو وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ اگر ہوں گی تو کیسے ہوں گی۔بندے کو توفیق وھدایت دینا بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے کوئی بھی شخص اللہ کی مشیئت،تقدیر اور فیصلے سے باہر نہیں نکل سکتا۔

---

[1] تفسیر الطبری:10/318۔

پھر شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ ہونیوالی گفتگو کو دعاء کے ذریعے اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے ختم کیا اور کہا:

اللہ کا فرمان: ﴿عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ﴾

ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں ۔اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کردے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

اِمام طبری اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیکہ: شعیب علیہ السلام کہتے ہیکہ: ہمارے ہر معاملات میں ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اے قوم تم جس برائی وشر کا ہم سے وعدہ کرتے ہو ہم اسے اللہ کی طرف لوٹاتے ہیں یقیناً وہ ہمارے لیے کافی ہے جس پر ہم بھروسہ کرتے ہیں۔[1]

اللہ رب العالمین نے شعیب علیہ السلام کے بارے میں دوسری آیت میں بیان کیا کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

اللہ کا فرمان: ﴿قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

اس نے کہا اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے اچھا رزق عطا کیا ہو۔اور میں نہیں چاہتا کہ تمھاری بجائے میں (خود) اس کا ارتکاب کروں جس سے تمھیں منع کرتا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے۔میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔(سورہ ھود:88)

یعنی میرے معاملے میں اللہ ہی پر اعتماد کیا اور اس کے کافی ہونے میں مکمل بھروسہ کیا۔

﴿وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ اور میں نے اسی کی طرف رجوع کیا یعنی ان تمام عبادات کو ادا کیا جس کا اس نے مجھے حکم دیا اور یہ دونوں چیزیں بندے کے حالات کو درست کردیتے ہیں:

1) اپنے رب سے مدد طلب کرنا۔

2) اس کی طرف رجوع کرنا، لوٹنا (عبادات کو انجام دے کر)۔

اللہ کا فرمان: ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ﴾

اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کردے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

یعنی ہمارے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرنا جس میں کسی بھی قسم کی ظلم و زیادتی نہ ہو بیشک تو حق اور اہل حق کی مدد کرتا ہے اور باطل اور اہل باطل کو ذلیل و رسوا کرتا ہے: ﴿وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ﴾ اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

اسی طرح اللہ کا ایک اور فرمان: ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ﴾ (سورۃ سبا:26)

اے کہ دیجئے سب کو ہمارا رب جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے

---

[1] تفسیر الطبری:10/319۔

والا ہے۔

**الْفَتَّاحُ** اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو اللہ کی ایک عظیم صفتِ کمال پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے اور ان میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور اس کے حکم اور فیصلے کو کوئی روکنے والا نہیں ہے.

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: اللہ رب العالمین نے شعیب علیہ السلام کے لیے جس حق کو کھولا اور واضح کیا اس کی دو قسمیں ہیں:

**پہلی قسم:** اللہ رب العالمین نے علم کو کھول دیا اس طور سے کہ حق کو باطل، ہدایت کو گمراہی سے اور کون صراط مستقیم پر ہے اور کون اس سے منحرف ہے واضح کر دیا.

**دوسری قسم:** بدلے کے ذریعے سے حق کو واضح کیا اس طور سے کہ ظالموں کو سزا و عذاب میں مبتلا کیا اور نیک و صالح لوگوں کو عذاب سے بچا لیا اور نجات دے دی.

ان لوگوں نے اللہ سے سوال کیا کہ اللہ ان کے اور انکی قوم کے درمیان حق و عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور انہیں اپنی نشانیاں دکھا دیں جو دونوں فریقین کے درمیان فیصلہ کرنے والی اور عبرت انگیز ہو.[1]

یقیناً اللہ رب العالمین نے اپنے نبی شعیب علیہ السلام کی دعاء کو قبول کر لیا اور ان کے اور انکی قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا بس اللہ کا حکم (عذاب) آیا اللہ نے شعیب علیہ السلام اور مومنین کی مدد کی اور کافروں کو ہلاک و برباد کر دیا.

اللہ کا فرمان: ﴿وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ﴾

جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ (تمام) مومنوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو سخت چنگھاڑ کے عذاب نے دھر دبوچا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ہو گئے۔ (سورۃ ھود: 94)

[1] تفسیر ابن سعدی: ص: 335۔

## یوسف علیہ السلام کی دعاء

اللہ رب العالمین نے سورہ یوسف میں دو مقامات پر یوسف علیہ السلام کی دو دعاؤں کا ذکر کیا ہے اور ہر دعاء کی ایک الگ شان اور مناسبت ہے اس شخص کیلئے جو اس میں غور وفکر کرتا ہے.

پہلی دعاء: اللہ کا فرمان:﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ [33] فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

یوسف نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے، اگر تو نے ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل نادانوں میں جا ملوں گا۔ اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ اس سے پھیر دیے، یقیناً وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (سورۃ یوسف: 33-34)

یہ ان مقامات میں سے ایک ہے کہ گناہوں کے ارتکاب اور برے لوگوں کے شر سے بچنے کیلئے اللہ سے حفاظت مانگتے ہوئے اللہ کی طرف پناہ لینا اور خاص طور سے عورتوں کے فتنے اور ان کے مکر و فریب سے جو اس دنیا کی زندگی میں مردوں کے لئے سب سے بڑا فتنہ ہے. بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہیکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر نقصان دینے والا اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے۔[1]

یقیناً یوسف علیہ السلام کو اپنی جوانی میں اس عظیم فتنے کا سامنا کرنا پڑا ان عورتوں کی جانب سے جو ان کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتی تھیں تب یوسف علیہ السلام نے ان کے فتنوں سے بچنے اور ان کے مکر و فریب سے دور رہنے کے لئے اللہ سے دعاء و پناہ طلب کی. اور کہا:﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ﴾

یوسف نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے۔

یعنی یقیناً جیل میں داخل ہونا جس کی دھمکی عزیز مصر کی بیوی نے دی تھی یہ ان پر گناہ میں واقع ہونے اور برائی کا ارتکاب کرنے سے زیادہ آسان تھا، پس یوسف علیہ السلام نے اللہ کی رضامندی کو ترجیح دی اور اسی کی طرف پناہ لی اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ وہ اپنے نفس کو (اپنے آپ کو) اس برائی سے بچانے کی طاقت نہیں رکھتے اگر ان رب نے ان کی حفاظت نہیں کی اور ان کو اس برائی سے نجات نہیں دی۔

اسی لیے یوسف علیہ السلام نے کہا:﴿وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ﴾

اگر تو نے ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل نادانوں میں جا ملوں گا.

---

[1] صحیح بخاری:5096، صحیح مسلم:2740۔

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیکہ: اے میرے رب اگر تونے میرا دفاع نہیں کیا جو وہ میرے ساتھ برائی کرنا چاہتی ہیں تو میں ان کی طرف مائل ہوجاؤں گا اور ان کے ساتھ وہ برائی کربیٹھوں گا جو وہ میرے ساتھ چاہتی ہیں۔[1]

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیکہ: یعنی اگر تو نے مجھے میرے نفس کے حوالے کردیا تو میرا نفس تو بہت کمزور اور ضعیف ہے میں میرے نفس کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہے میں تو ضعیف ہوں مگر تو نے مجھے قوت وطاقت دی اور میری حفاظت کی۔[2]

اللہ کا فرمان: ﴿وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ﴾ اس سے پہلے کے جملہ ﴿أَصْبُ إِلَيْهِنَّ﴾ پر معطوف ہے، یعنی اگر میں ان کی طرف مائل ہوگیا تو میں ان لوگوں میں شامل ہوجاؤں گا جو تیرے حق سے جاہل اور تیرے حکم اور منع کردہ چیزوں کی مخالفت اور نافرمانی کرتے ہیں۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہیکہ کوئی بھی شخص اللہ کی مدد اور اسکی توفیق کے بغیر اللہ کی معصیت اور اسکی نافرمانی سے رک نہیں سکتا۔ اسی طرح یہ آیت جہالت کی قباحت اور جاہلوں کی مذمت پر بھی دلالت کرتی ہیکہ ہر وہ شخص جو اللہ کی معصیت ونافرمانی کرتا ہے وہ جاہل ہے۔

علامہ ابن سعدی رحمہ اللہ اپنے ایک عظیم رسالہ بعنوان (یوسف علیہ السلام کے قصے سے حاصل ہونے والے فوائد) میں کہتے ہیکہ: جب بندے کو گناہ، برائی اور معصیت میں واقع ہونے کا خوف ہو تو اس کیلئے مناسب ہیکہ وہ صبر اور گناہ و برائی سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ سے پناہ اور مدد طلب کرے جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے کیا اور اپنے رب سے دعاء کی اور کہا: ﴿وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ﴾

اگر تونے ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں تو ان کی طرف مائل ہوجاؤں گا اور بالکل نادانوں میں جاملوں گا۔

بیشک بندے کے پاس گناہوں سے بچنے اور محفوظ رہنے کی طاقت وقوت نہیں ہے مگر اللہ کی مدد وتوفیق سے، بندے تو اللہ کے احکامات کی پابندی کرنے، حرام کردہ چیزوں کے چھوڑنے اور اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے مقدورات پر صبر کرنے کے پابند ہیں۔[3]

یقیناً اللہ نے اپنے نبی یوسف علیہ السلام کی دعاء کو قبول کیا:

اللہ کا فرمان: ﴿فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

اس کے رب نے اس کی دعا قبول کرلی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ اس سے پھیر دیے، یقیناً وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

یعنی اللہ نے یوسف علیہ السلام کی دعاء کو قبول کیا اور عورتوں کے مکروفریب اور گناہ میں واقع ہونے سے بچالیا۔

دوسرے مقام پر اللہ کا فرمان: ﴿كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾

اسی طرح ہم نے اس سے برائی اور بے حیائی دور کردیں۔ بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ (سورۃ یوسف: 24)

جب یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کی توحید اور اس کی محبت کیلئے خالص کردیا تو اللہ نے بھی ان کو اپنے لئے خاص کرلیا اور ان کو عورتوں

[1] تفسیر طبری: 13/ 144۔

[2] البدایہ والنہایہ: 1/ 473۔

[3] فوائد مستنبطہ من قصۃ یوسف: ص: 19۔

کے فتنے اور بری شہوات میں واقع ہونے سے بچالیا۔

**دوسری دعاء:** اللہ رب العالمین نے یوسف علیہ السلام کے قصے کے اخیر میں اس دعاء کاذکر کیا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴾

اے میرے پروردگار! تو نے مجھے ملک عطا فرمایا اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر سکھلائی۔ اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا وآخرت میں میرا ولی (دوست) اور کارساز ہے، تو مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور نیکوں میں ملا دے۔ (سورۃ یوسف: 101)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: یہ یوسف صدیق کی دعاء ہے جو انہوں نے اپنے رب سے اس وقت مانگی تھی جب ان کے والدین اور بھائی لوگ ایک ساتھ جمع ہوئے اور جب اللہ ان کو نبی اور بادشاہ بنا کر ان پر احسان کیا تو انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ جس طرح اس نے دنیا میں اپنی نعمت کو مکمل کیا اسی طرح آخرت میں بھی انعام کرنا اور انہیں اسلام کی حالت میں وفات دینا۔[1]

﴿وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ﴾: مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا۔

ضحاک کہتے ہیکہ: اس سے مراد یہ ہیکہ ان کو انبیاء ورسولوں کے ساتھ ملا دینا۔

یہ انتہائی عظیم، مبارک اور جامع دعاء ہے، علامہ ابن قیم کہتے ہیکہ اس دعاء میں توحید کا اقرار، اللہ کیلئے سر تسلیم خم کردینا، اس کی طرف اپنی محتاجگی کا اظہار کرنا، اللہ سبحانہ کے علاوہ کسی اور کو دوست بنانے سے برآت کا اظہار کرنا، اسلام کی حالت میں وفات ہونا جو بندے کا سب سے اہم اور بڑا مقصد ہے اور یہ معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے بندوں کا اس میں کوئی دخل نہیں، دوبارہ اٹھائے جانے کا اعتراف کرنا اور نیک لوگوں کی صحبت کو طلب کرنا ان تمام باتوں کو اس دعاء میں جمع کردیا ہے۔

اس دعاء سے یہ فائدہ ملا کہ بندے پر لازم وضروری ہیکہ وہ ہمیشہ اپنے رب کی طرف پناہ لے اور ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لیے مسلسل اللہ سے دعاء مانگتا رہے اور ان تمام أسباب کو اختیار کرے جو ایمان کو مضبوط کرتے ہیں اور اللہ رب العالمین سے حسن خاتمے کا سوال کرے کہ وہ اس کے آخری ایام کو بہترین ایام اور آخری أعمال کو بہترین بنادے بیشک اللہ کریم، جواد اور رحیم ہے۔

یوسف علیہ السلام کی یہ دعاء اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ انہوں نے جلدی موت آنے کی دعاء کی بلکہ انہوں نے اپنے رب سے موت کے وقت اسلام پر ثابت قدم رہنے کا سوال کیا اور یہ کہ وہ انہیں اپنے نیک بندوں میں شامل کردے۔

جیسا کہ حدیث سے یہ بات ثابت ہیکہ اللہ کے رسول ﷺ نے موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی تکلیف میں اگر کوئی شخص مبتلا ہو تو اسے موت کی تمنا نہیں کرنی

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 4/ 337۔

چاہیئے اور اگر کوئی موت کی تمنا کرنے ہی لگے تو یہ کہنا چاہیئے: ﴿اللّٰھُمَّ أَحْیِنِي مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِي﴾ "اے اللہ! جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لیے بہتر ہو تو مجھ کو اٹھالے۔"[1]

[1] صحیح بخاری:5671،صحیح مسلم:2680۔

## ایوب علیہ السلام کی دعاء

قرآن میں وارد دعاؤں میں سے انتہائی عظیم صبر کرنے والے ایوب علیہ السلام کی دعاء ہے یقیناً انہیں بہت بڑی آزمائش کا مقابلہ کرنا پڑا اللہ نے انہیں بیماری، اہل وعیال اور مال کے ذریعے سے آزمایا یہاں تک کہ مصیبتوں کے وقت ایوب علیہ السلام کی مثال دی جاتی ہے ان تمام مصیبتوں کے باوجود انہوں نے صبر کا مظاہرہ کیا اور اللہ سے ثواب کی امید لگائے رہے اور اسی کی طرف جھک گئے تو اللہ نے ان کی مصیبت و پریشانی کو دور کر دیا اس لیے کہ اکیلا اللہ ہی لوگوں کو مصیبتوں میں پناہ دیتا ہے وہی ہے جسے خوشحالی اور تنگی میں پکارا جاتا ہے

اللہ کا فرمان: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ﴾

ہمارے بندے ایوب کو یاد کر، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک شیطان نے مجھے بڑا دکھ اور تکلیف پہنچائی ہے۔ (سورۃ ص:41)

یعنی ہمارے نبی ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہیکہ اے نبی ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب اس نے ہمیں پکارا، ہم سے مدد طلب کی، ہمارے علاوہ کسی اور سے شکایت نہیں کی. پس کہا اے میرے رب بیشک شیطان نے مجھے بڑا دکھ اور تکلیف پہنچائی ہے۔ یعنی ان کے بدن میں تھکن و مشقت اور اہل خانہ اور مال کے ذریعے.

دوسرے مقام پر اللہ کا فرمان: ﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾

ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ (سورۃ انبیاء:83)

یعنی ایوب علیہ السلام کو یاد کر کہ جب انہیں مصیبت اور تکلیف پہنچی تو اس نے اپنے رب کو پکارا. اس سیاق وسباق میں اللہ کے بندے اور رسول ایوب علیہ السلام کی تعریف اور ان کے بلند مقام و مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت اللہ نے انہیں مصیبت میں مبتلا کیا تو اس نے اسے صبر کرنے اور ثواب کی امید رکھنے والا پایا حتی کہ اس صبر کی وجہ سے آپ مصیبت زدہ لوگوں کیلئے اسوہ و نمونہ بن گئے.

جیسا کہ اللہ کا فرمان: ﴿إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾

بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا، اچھا بندہ تھا۔ یقیناوہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔ (سورۃ ص:44)

یقیناً ایوب علیہ السلام نے اپنے نفس کی حالت کو بیان کر کے اللہ کی طرف وسیلہ لگایا کہ انہیں بہت زیادہ تکلیف پہنچی ہے اور اللہ وسیع رحمت کا بھی وسیلہ لگایا اور اپنے رب کو پکارا: ﴿أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾

بے شک مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے.

علامہ ابن قیم کہتے ہیکہ: ایوب علیہ السلام نے اس دعاء میں توحید کی حقیقت، اپنے رب کی طرف فقر و محتاجگی کا اظہار، اللہ کے سامنے جھکنے میں محبت کا مزہ پایا، اللہ کی صفتِ رحمت کا اقرار کہ ﴿وَأَنَّهُ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾، اور اللہ کی صفات اور اپنی فقر و محتاجگی کے ذریعے وسیلہ لگانا ان تمام باتوں کو ایوب علیہ السلام نے اس دعاء میں جمع کر دیا اور جب کوئی مصیبت میں مبتلا شخص اس طرح دعاء کرتا ہے تو اس کی مصیبت دور ہو جاتی

ہے۔[1]

یقیناً اللہ رب العالمین نے اپنے نبی ایوب علیہ السلام کی دعاء کو قبول کرلیا۔

اللہ کا فرمان: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ﴾

تو ہم نے اس کی دعا قبول کرلی، پس اسے جو بھی تکلیف تھی دور کردی اور اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ ان کی مثل (اور) عطا کر دیے، اپنے پاس سے رحمت کے لیے اور ان لوگوں کی یاد دہانی کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں۔ (سورۃ انبیاء: 84)

اللہ رب العالمین نے بیان کیا کہ کیسے اس نے ایوب علیہ السلام کی تکلیف کو دور کیا اس طرح کہ اللہ رب العالمین نے ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے پیر کو زمین پر مارے۔

جیسا کہ اللہ کا فرمان: ﴿ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾

اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے۔ (سورۃ ص: 42)

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیکہ:

تو اپنا پیر زمین پر مارا اور انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی تو اللہ نے ان کیلئے ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری کردیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس میں غسل کرے اور اس سے پانی پیئے تو اللہ نے ان کی کے جسم میں اندر باہر جتنی بیماری، تکلیف اور درد تھا سب ختم کر دیا۔ اور اسکے بدلے انہیں صحت وتندرستی، خوبصورتی اور بہت سارا مال عطا کیا یہاں تک کہ ان کیلئے سونے کی ٹڈیوں کی بارش برسادی اور ان کے اہل وعیال کو ان کی طرف لوٹا دیا، جیسا کہ اللہ کا فرمان: ﴿وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ﴾ اور اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ ان کی مثل (اور) عطا کردیئے۔

کہا گیا کہ: اللہ نے انہیں (ان کے گھر والوں کو) زندہ کردیا۔

کہا گیا کہ: اللہ نے ان کو دنیا میں ان کے بدلے دوسرے لوگ عطا کئے اور آخرت ان کیلئے ان تمام لوگوں کو (ان کے گھر والوں کو) جمع کر دیں گا۔

اللہ کا فرمان: ﴿رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا﴾ یعنی ہم نے اپنے رحم وکرم اور احسان اس سے سختی اور تکلیف کو اٹھالیا۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ﴾ یعنی یہ ان لوگوں کیلئے عبرت ونصیحت جو بیماری، مال اور اولاد کی مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں ایوب علیہ السلام ان لوگوں کیلئے اسوہ ونمونہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے انہیں اس سے بڑی مصیبت میں مبتلا کیا لیکن انہوں صبر کیا اور اللہ سے ثواب کی امید لگائے رہے حتی کہ اللہ نے ان کی مصیبت کو دور کردیا۔[2]

﴿وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ﴾: امام طبری آیت کے اس ٹکڑے کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس میں (ایوب علیہ السلام کے

---

[1] الفوائد: ص: 349۔

[2] البدایہ والنہایہ: 1/ 513۔

واقعہ) اللہ کے عبادت گزار بندوں کیلئے نصیحت ہے تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کرے اور یہ جان لے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے پسند کرتا ہے اسے اہل خانہ، مال واولاد اور مختلف قسم کی مصیبتوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ وہ ان کے صبر کا امتحان لے اور اسے یقین ہو جو اللہ نے اپنے پاس اسکے لئے بہترین مقام ومرتبہ تیار کر رکھا ہے پھر محمد بن کعب القرظی سے روایت کرتے ہیکہ: جب بھی کوئی مومن کسی مصیبت میں مبتلا ہوا اور اس نے ایوب علیہ السلام کی مصیبت کو یاد کیا تو اسے یہ کہنا چاہئے کہ اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی کو بھی مصیبت میں مبتلا کیا گیا جو ہم سے بہت بہتر تھے۔[1]

مومن کیلئے اس دنیا کی زندگی میں مصیبتیں آتی ہیں بلکہ ایک حدیث میں ہیکہ:

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ دِينُهُ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ.

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء ورسل پر، پھر جو ان کے بعد مرتبہ میں ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں، بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر بندہ اپنے دین میں سخت ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کے دین کے مطابق مصیبت بھی ہوتی ہے، پھر مصیبت بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ بندہ روئے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔"[2]

مصیبت میں مبتلا لوگ اگر ایوب علیہ السلام کی مصیبت وآزمائش میں غور وفکر کرے تو انہیں معلوم ہوگا کہ ایوب علیہ السلام کتنی بڑی مصیبت میں تھے پھر اللہ رب العالمین نے انہیں کس وجہ سے اس مصیبت سے نجات دی تو انہیں معلوم ہوگا کہ ایوب علیہ السلام نے صبر سے کام لیا تو اللہ نے انہیں لوگوں کیلئے اسوہ ونمونہ بنایا۔

اللہ رب العالمین نے ایوب علیہ السلام کی دعاء کے ذریعے ہمیں یہ سبق دینا چاہتا ہیکہ مصیبتوں سے نجات پانے کا سب سے اہم ذریعہ اللہ سے دعاء کرنا، اس کی طرف گریہ وزاری کرنا، اس کے سامنے اپنی محتاجگی وفقر کا اظہار کرنا، اسکے اچھے ناموں اور بلند صفات کا ذکر کرکے اس کے ذریعے سے وسیلہ پکڑنا یہ تمام باتیں مصیبتوں سے نجات دلانے کے اسباب میں سے ہیں۔

اس دعاء میں اس بات کا بھی بیان ہیکہ کسی پر مصیبتوں کا آنا یہ بدبختی اور ذلت ورسوائی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ گناہوں کے مٹانے اور درجات کو بلند کرنے کا ذریعہ ہوتی ہیں، اس میں اللہ حکمت ہے جیسا کہ حدیث میں ہیکہ:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَصَبٍ، وَلَا نَصَبٍ، وَلَا سَقَمٍ، وَلَا حَزَنٍ حَتَّى الْهَمِّ يُهِمُّهُ إِلَّا كُفِّرَ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج وملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جاتا

[1]) تفسیر طبری:16/ 367-368۔
[2]) ترمذی:2398، مسند احمد:1/ 172۔

ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔[1]

مصیبت و پریشانی سے نجات حاصل کرنے کیلئے دعاء کرنا یہ صبر اور تقدیر سے راضی ہونے کے مخالف نہیں ہے. بیشک مخلوقات سے اپنی مصیبت و پریشانی کی شکایت کرنا صبر کو چھوڑ دینا ہے اور اللہ سے اپنی مصیبت و پریشانی کی شکایت کرنا صبر کو نہیں چھوڑنا ہے۔

[1]) صحیح بخاری:5642،صحیح مسلم:2573۔

# یونس علیہ السلام کی دعاء

قرآنی دعاؤں میں سے ایک انتہائی عظیم دعاء اللہ کے نبی یونس علیہ السلام کی دعاء ہے جو عراق کے شہر موصل میں نینوی نامی بستی کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے انہیں اللہ کی طرف بلایا دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کیا اور کفر پے جمے رہے پس یونس علیہ السلام نے ان کو عذاب سے ڈرایا پھر اللہ کا حکم آنے سے پہلے ہی غصہ ہو کر ان کے درمیان سے نکل گئے اور ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے جو ساز وسامان اور مسافروں سے بھری ہوئی تھی، کشتی سمندر میں ہچکولے لینے لگی، کشتی والے ڈرنے لگے کہ وہ ڈوب جائیں گے پھر انھوں نے قرعہ اندازی کی کہ اپنے درمیان سے کسی سمندر پھینکا جائے تا کہ کشتی ہلکی ہو جائے، پس یونس علیہ السلام کے نام کی قرعہ نکلی جو ان کیلئے اللہ کی طرف سے آزمائش تھی تو یونس علیہ السلام کھڑے ہوئے اور خود کو سمندر میں ڈال دیا تو اللہ نے سمندر سے ایک بڑی مچھلی کو بھیجا جس نے یونس علیہ السلام کو نگل گیا، اللہ نے مچھلی کی طرف وحی کی کہ وہ اس کے گوشت کو نہ کھائے اور نہ ہی ہڈیوں کو توڑے بلکہ اسے نگل جائے تا کہ اس کا پیٹ ان کیلئے قید خانہ ہو. اس واقعہ کو اللہ رب العالمین نے بیان کیا ہے۔

اللہ کا فرمان:﴿ وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ [139] إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ [140] فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ [141] فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ [142] فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ [143] لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴾

اور بلاشبہ یونس (علیہ السلام) نبیوں میں سے تھے [139] جب بھاگ کر پہنچے بھری کشتی پر [140] پھر قرعہ اندازی ہوئی تو یہ مغلوب ہو گئے [141] تو پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرنے لگ گئے [142] پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے [143] تو لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک اس کے پیٹ میں ہی رہتے ۔(سورۃ الصافات:139-144)

جب یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو اس تاریکی میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اور اپنے رب سے مدد طلب کرتے ہوئے اسے پکارا اسلئے کہ اللہ رب العالمین کھلی اور چھپی ہر بات کو جانتا ہے وہی پریشانی اور مصیبت کو دور کرتا ہے، وہ ہلکی سے ہلکی، باریک سے باریک آوازوں کو سننے والا ہے، راز کی باتوں کو جاننے والا، لوگوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے.

اللہ کا فرمان:﴿ وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ [87] فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴾

مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو یاد کرو! جبکہ وہ غصہ سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے۔ بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا۔ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچا لیا کرتے ہیں ۔(سورۃ انبیاء:87-88)

﴿ وَذَا النُّونِ ﴾ امام طبری کہتے ہیکہ: اللہ رب العالمین نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے محمد آپ مچھلی والے کو یاد کیجیے.

النون سے مراد مچھلی ہے اور مچھلی والے سے مراد یونس بن متی ہے۔[1]

﴿إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا﴾ ابن عباس کہتے ہیکہ: وہ اپنی قوم پر غصہ ہو گئے۔[2] اسی طرح کا قول ضحاک سے بھی منقول ہے۔

﴿فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ﴾ ابن عباس آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر میں کہتے ہیکہ: اس نے یہ گمان کر لیا کہ ہم اسے سزا اور مصیبت میں مبتلا نہیں کریں گے جو اس نے اپنی قوم کے ساتھ کیا ان پر غصہ ہو کر بھاگ گئے اور ان کی سزا یہ تھی کہ مچھلی نے اسے پکڑ لیا۔[3]

اسی طرح کا قول ضحاک، قتادہ اور مجاہد سے بھی منقول ہے۔

﴿فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ﴾ ابن مسعود، ابن عباس اور دوسرے مفسرین کہتے ہیکہ: تاریکیوں سے مراد، مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، سمندر کی تاریکی اور رات کی تاریکی مراد ہے۔[4]

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ یعنی یونس علیہ السلام نے اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے اور اپنی غلطی سے توبہ کرتے ہوئے اس دعاء کے ذریعے اپنے رب کو پکارا۔

یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب کو جس دعاء کے ذریعے پکارا وہ دعاء تین اہم باتوں پر مشتمل ہے۔

پہلی بات: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ﴾ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیکہ: اس میں اللہ رب العالمین کے اکیلے معبود ہونے کا ثبوت ہے، اور معبود ہونا اس کے مکمل علم، کمالِ قدرت، اسکی مکمل حکمت اور رحمت کو شامل ہے، اس میں اس کا اپنے بندوں کے ساتھ احسان وکرم کرنے کا ثبوت ہے، بیشک الہٰ ہی معبود ہے جو اپنے بندوں کی عبادت کا مستحق ہے اور وہ اس بات کا مستحق ہیکہ اس کی عبادت ان ہی صفات کے ساتھ کی جائے جس سے وہ متصف ہے کہ اس سے انتہا درجہ کی محبت کی جائے اور اس کیلئے مکمل خشوع وخضوع اختیار کیا جائے اور یہی حقیقت میں عبادت کا معنی ومفہوم ہے۔

دوسری بات: ﴿سُبْحَانَكَ﴾ اس میں اس بات کا ثبوت ہیکہ اللہ رب العالمین ہر نقص وعیب سے پاک وصاف ہے، اس کی عظمت کا بیان ہے اس دعاء میں اللہ کے اچھے ناموں اور بلند صفات کا معنی ومفہوم ہے، اس میں اللہ کی مکمل حمد وثناء کا بیان ہے۔

تیسری بات: ﴿إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ اس میں اپنے گناہ اور حقیقتِ حال کا اعتراف ہے، اس میں اللہ سے گناہوں کی مغفرت طلب کی گئی ہے، بیشک کبھی طلب کے صیغے سے سوال کیا جاتا ہے اور کبھی خبر کے صیغے سے کبھی سوال کرنے والا، اپنی حالت وصفت کو بیان کرتا ہے تو کبھی جس سے دعاء کی جاتی ہے اس کی حالت وصفت کو بیان کرتا ہے اور کبھی دونوں کی حالت وصفت کا ذکر کرتا ہے۔[5]

یونس علیہ السلام کی دعاء انتہائی عظیم معنی ومفہوم پر دلالت کرتی ہے جو دعاء کی قبولیت کو واجب کر دیتی ہے۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیکہ: یونس علیہ السلام کی دعاء میں اللہ کی توحید کامل، اللہ کی پاکیزگی، بندے کا اپنے گناہ کا اعتراف کرنے کا بیان ہے اور یہ

---

[1] تفسیر طبری: 16/374۔
[2] تفسیر طبری: 16/374۔
[3] تفسیر طبری: 16/379-380۔
[4] تفسیر طبری: 16/382، البدایہ والنہایہ: 2/20-21۔
[5] دقائق التفسیر: 4/364۔

تمام باتیں غم، مصیبت و پریشانی کو دور کرنے کی دوا اور وسائل میں سے ایک ہے. بیشک توحید میں اللہ کیلئے تمام کمال کا ثبوت ہے.
پاکیزگی میں اللہ کو ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک کرنا ہے اور گناہوں کے اعتراف میں بندے کا ثواب وعقاب اور شریعت پر ایمان رکھنے پر مشتمل ہے جو اس کو اللہ کی طرف لوٹنے اور تواضع وخاکساری کو واجب کرتی ہے. اور اپنی بندگی کا اعتراف اور اپنے رب کی طرف محتاجگی کا اظہار ان تمام باتوں پر یہ دعاء مشتمل ہے.
اس دعاء میں ان چار باتوں کے ذریعے سے وسیلہ لگایا گیا ہے:
1) توحید 2) اللہ کی پاکی کو بیان کرنا 3) بندگی کا اظہار 4) گناہ کا اعتراف.[1]
یقیناً اللہ نے اپنے نبی یونس علیہ السلام کی دعاء کو قبول کیا.
اللہ کا فرمان: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ﴾ یعنی جب یونس نے مچھلی کے پیٹ میں ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعاء سن لی اور ہم نے اسے اس غم سے نجات دے دی جس کی وجہ سے وہ مچھلی کے پیٹ میں قید ہو گئے تھے۔
﴿وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ اس میں اس دعاء کے کمال اور قبولیت کا بیان ہے۔
ابن جریر الطبری کہتے ہیکہ: اللہ رب العزت نے کہا کہ: جس طرح ہم نے یونس علیہ السلام کو جب اس نے ہمیں پکارا سمندر میں مچھلی کے پیٹ میں قید ہونے کی مصیبت سے نجات دی اسی طرح ہم مومنوں کو بھی ان کی مصیبتوں سے نجات دیں گے جب وہ ہم سے مدد طلب کریں گے اور ہمیں پکاریں گے.[2]
ابن کثیر ذکر کرتے ہیکہ: مصیبت میں خاص طور پر جب اس دعاء کے ذریعے اللہ کو پکارا جائے اور اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اس دعاء پر ہمیں ابھارا اور ترغیب دلائی ہے.[3]
عَنْ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْوَةُ ذِي النُّونِ إِذْ دَعَا وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ اللهُ لَهُ".
سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے دوران کی تھی وہ یہ تھی: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے، میں ہی ظالم (خطا کار) ہوں"، کیونکہ یہ ایسی دعا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان شخص اسے پڑھ کر دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔"[4]

---

[1] زاد المعاد: 4/ 208۔
[2] تفسیر طبری: 16/ 385۔
[3] تفسیر ابن کثیر: 5/ 363۔
[4] ترمذی: 3505؛ مسند احمد: 1/ 170۔

## موسیٰ علیہ السلام کی دعاء (۱)

یقیناً اللہ رب العالمین نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اپنی کتاب عزیز میں مختلف انداز میں بیان کیا ہے اور قرآنی قصوں میں سے یہ ایک انتہائی عظیم قصہ ہے جس میں بہت زیادہ عبرت ونصیحت کا ذکر ہے اسلئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تاریخ کے سب سے بڑے سرکش فرعون، اسکے لشکر اور قوم بنی اسرائیل کا مقابلہ کیا.

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ قرآن میں مختلف مقامات پر ذکر کیا گیا ہے جس میں انہوں نے اللہ رب العالمین سے مختلف دعائیں مانگی جو اللہ رب العزت کیلئے ان کے خشوع وخضوع اور مکمل بندگی پر اور اسی طرح اللہ کے نزدیک ان کے بلند مقام ومرتبہ اور اونچی شان پر دلالت کرتی ہے.

موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعاء جسے اللہ رب العزت نے قرآن میں بیان کیا

اللہ کا فرمان:﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾

کہا اے میرے رب! یقینا میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، سو مجھے بخش دے۔ تو اس نے اسے بخش دیا، بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ (سورۃ القصص:16)

اس دعاء میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے توبہ واستغفار طلب کی ہے جب انہوں نے ایک قبطی آدمی کو غلطی سے قتل کر دیا حالانکہ وہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی کی مدد کرنا چاہتے تھے جب اس نے آپ سے قبطی کے خلاف مدد طلب کی پس موسیٰ علیہ السلام نے اسے ایک گھونسہ (مکا) مارا تو وہ مرگیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس فعل کو تقدیر سے عذر تلاش کرتے ہوئے تقدیر کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ فوراً توبہ واستغفار کی.

اسی معنیٰ کو قتادہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے:

اللہ کا فرمان:﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام جان گئے کہ اس سے نکلنے کا طریقہ کیا ہے. پس انہوں نے نکلنے کا راستہ چاہا اور اپنے گناہ کو اپنے رب پر نہیں ڈالا۔[۱]

علامہ ابن سعدی اس قصے کے فوائد کو ذکر کرتے ہوئے کہا کہ: ایسے کافر کو قتل کرنا جس سے معاہدہ کیا گیا ہو جائز نہیں ہے بیشک موسیٰ علیہ السلام قبطی کے قتل پر بہت شرمندہ ہوئے اور اللہ سے توبہ واستغفار کیا.

اس قصے کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہیکہ: بیشک جو کسی کو ناحق قتل کرتا ہے اس کا شمار جبار اور زمین میں فساد برپا کرنے والوں میں ہوگا، اگرچہ اس کا مقصد خوف ودہشت پھیلانا ہو، اگرچہ وہ گمان کریں کہ وہ اصلاح کرنے والا ہے حتیٰ کہ شریعت کسی نفس کو قتل کرنے کو جائز قرار دیں۔[۲]

شیخ سعدی کی اس بات سے ان فساد پھیلانے والوں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے جو بغیر کسی غور وفکر کے اصلاح ایسے راستے کو اختیار کرتے ہیں جس میں مومنین کو ڈرانا، خوفزدہ کرنا، مسلمانوں کو، امن کے طلب گاروں کو قتل کرتے ہیں اور اسے اصلاح کا طریقہ سمجھتے حالانکہ حقیقت میں وہ ظالم

---

[۱] سیوطی نے اس کو الدرالمنثور میں ذکر کیا ہے: 6/399۔

[۲] تیسیر اللطیف المنان: ص: 131۔

اورزمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے ایک دعاء اس وقت مانگی جب انہیں بتایا گیا کہ اقباط مشورہ کررہے ہیکہ وہ آپ سے قبطی کے قتل کا بدلہ لیں گے تو موسیٰ علیہ السلام شہر سے بھاگتے ہوئے نکلے اور اس حالت میں اپنے رب سے دعاء کررہے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ [21] وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَى رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾

پس موسیٰ (علیہ السلام) وہاں سے ڈرتے ہوئے دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے، کہنے لگے اے پروردگار! مجھے ظالموں کے گروہ سے بچا لے[21]اورجب مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ لے چلے گا.(سورۃ القصص:21-22)

اللہ کا فرمان:﴿ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

فرعون اور اسکی قوم سے نجات کی دعاء ہے جو آپ کو قتل کرنے کا مشورہ کررہے تھے.اوران لوگوں کو ظالم کہا گیا اسلیے کی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گناہ سے توبہ کرلیا تھا اور ان سے یہ قتل غصے کیوجہ سے ہوا تھا انہوں نے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا تھا تو ان لوگوں نے اسے قتل کرنے کی دھمکی دی ان پر ظلم کیا۔

کہا گیا کہ ان لوگوں کو ظالم اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کفر کرکے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے.

اللہ کا فرمان:﴿عَسَى رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾

اسمیں درمیانی راستے کی طرف ہدایت کی دعاء ہے جو راستہ انہیں مدین شہر تک پہنچانے والا اور اللہ نے ان کی دعاء قبول کرلی اورانہیں وہ عطا کیا جو اس نے مانگا،سوال کیا۔

ابن کثیر کہتے ہیکہ:اللہ نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا اور دنیا وآخرت میں سیدھے راستے کی طرف ان کو ہدایت دی اور انہیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادیا.[1]

علامہ ابن سعدی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ:اس دعاء میں انتہائی باریک تنبیہ کی گئی ہیکہ:کوئی عالم علمی مسائل میں غوروفکر کرتے وقت دو اقوال میں سے کسی ایک قول کو ترجیح نہیں دے سکتا تو بیشک وہ اپنے رب سے ہدایت مانگے اور اس سے سوال کرے کہ وہ درست قول کی طرف اس کی رہنمائی کرے بعد اس کے کہ وہ دل سے حق کو طلب اور تلاش کرتا ہو تو بیشک اللہ اسے محروم نہیں کریں گا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا جب انہوں نے مدین شہر کی طرف رُخ کیا تو وہ اس کا مناسب راستہ نہیں جانتے تھے تو اللہ سے دعاء کی کہ:﴿عَسَى رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾

جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ لے چلے گا.تو اللہ نے ان کی رہنمائی کی اور ان کو وہ عطا کیا جو وہ چاہتے تھے.[2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر:6/236۔

[2] تفسیر ابن سعدی:ص:131-132۔

موسیٰ علیہ السلام کی ایک اور دعاء جب موسیٰ علیہ السلام سفر سے تھک گئے اور انہیں انتہائی سخت بھوک لگی اور ان کے پاس کھانے کیلئے کچھ بھی نہیں تھا تو ایسی حالت میں انہوں نے اپنے رب سے رزق طلب کیا اور کہا

اللہ کا فرمان: ﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾

اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔ (سورۃ القصص:24)

تمام مفسروں کا اس بات پر اتفاق ہیکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس دعاء میں سخت بھوک کیوجہ سے کھانے کو طلب کیا اور اپنی حالت کی صفت بیان کی کہ بیشک وہ اس خیر کا محتاج ہے جو اللہ نے اس کی طرف اتارا اور اس دعاء میں اللہ سے خیر کے نزول کا سوال کیا گیا ہے اور یہ اللہ کی طرف بہترین وسائل میں سے ایک انتہائی اہم وسیلہ ہے.

ابن سعدی کہتے ہیکہ: بیشک اللہ رب العالمین اس بات کو پسند کرتا ہے کہ دعاء کرتے وقت اس کے ناموں، اسکی صفات اور اسکی عام اور خاص نعمتوں کا وسیلہ لگایا جائے اسی طرح اسکی طرف اپنی کمزوری، عاجزی وانکساری، محتاجگی، اپنے نفس کیلئے نفع حاصل کرنے اور نقصان کو دور کرنے کی قدرت نہ رکھنا ان تمام باتوں کے ذریعے سے وسیلہ لگانے کو پسند کرتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾ اس میں تواضع، خاکساری، اللہ کی طرف اپنی غریبی اور محتاجگی کا اظہار ہے اور یہی ہر بندے کی حقیقت ہے.[1]

بیشک کبھی طلب کے صیغے سے سوال کیا جاتا ہے اور کبھی خبر کے صیغے سے کبھی سوال کرنیوالا اپنی فقر و محتاجگی اور حالت کی کمزوری وصفت کو بیان کرتا ہے تو کبھی جس سے دعاء کی جاتی ہے اس کی بے نیازی، احسان اور مال داری کی حالت وصفت کو بیان کرتا ہے اور کبھی دونوں کی حالت وصفت کا ذکر کرتا ہے.

اور موسیٰ علیہ السلام نے اس دعاء میں اپنی حالت کو بیان کیا ہے اور اپنے رب سے اپنے فقر و فاقہ اور محتاجگی کا اظہار کیا ہے کہ اللہ اس کی طرف خیر کو نازل کردے اور یقیناً اللہ نے ان کی دعاء کو قبول کرلیا، ان پر احسان بھی کیا اور اسے عطا بھی کیا جو اس نے سوال کیا اور موسیٰ علیہ السلام مدین میں امن وامان، خیر وعافیت اور بہترین روزگار کے ساتھ ٹھہرے رہے حتی کہ اللہ نے آپ کو رسالت ونبوت کیلئے منتخب کرلیا چن لیا.

[1] تفسیر ابن سعدی: ص: 132۔

## موسیٰ علیہ السلام کی دعاء (۲)

موسیٰ علیہ السلام کی ایک دعاء جب اللہ نے انہیں فرعون اور اسکی قوم کی طرف اسلام دعوت دینے کیلئے بھیجا تو انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ ان پر رسالت کی تبلیغ اور دین کو بیان کرنے کو کھول دے.

جیسا کہ اللہ کا فرمان: ﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي [25] وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي [26] وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي [27] يَفْقَهُوا قَوْلِي [28] وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي [29] هَارُونَ أَخِي [30] اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي [31] وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي [32] كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا [33] وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا [34] إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا﴾

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لئے کھول دے [25] اور میرے کام کو مجھ پر آسان کر دے [26] اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے [27] تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں [28] اور میرا وزیر میرے کنبے میں سے کر دے [29] یعنی میرے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو [30] تو اس سے میری کمر کس دے [31] اور اسے میرا شریک کار کر دے [32] تاکہ ہم دونوں بکثرت تیری تسبیح بیان کریں [33] اور بکثرت تیری یاد کریں [34] بیشک تو ہمیں خوب دیکھنے بھالنے والا ہے۔ (سورۃ طہٰ:25-35)

یہ انتہائی عظیم دعاء ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کہا کہ: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سینے کے کھلنے کی دعاء مانگی اسلئے کہ اللہ نے انہیں انتہائی عظیم کام کا حکم دیا اور انہیں اس وقت کے سب سے بڑے بادشاہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا جو بڑا ظالم، جابر، کافر، سرکش اور بہت بڑے لشکر اور سلطنت کا بادشاہ تھا، اس کا معاملہ تو اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ وہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ اللہ کو نہیں جانتا اور اپنی رعایا (عوام) کیلئے اپنے علاوہ کسی کو معبود نہیں سمجھتا۔[1]

سینے کے کھلنے کی دعاء کرنا اس کی بہت بڑی اہمیت ہے بیشک یہ ایک معنوی قوت وطاقت ہے جس کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام نے اس عظیم فریضے کو انجام دینے کے لئے مدد طلب کی اسلئے کہ یہ صبر کرنے، تکلیف ومشقتوں کو برداشت کرنے اور دعوت وتبلیغ کو چستی و چاک وچوبند طریقے سے انجام دینے میں مددگار ثابت ہوگی اور دل کا تنگ ہونا یہ کمزوری اور ارادے کو کمزور کرنے کے اسباب میں سے ہے اور جس کی حالت ایسی ہو وہ لوگوں کی رہنمائی وہدایت اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دینے کیلئے درست نہیں.

جیسا کہ اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے کہا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (سورۃ آل عمران:159)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے وجہ سے آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے.

سینے کی کشادگی اور کھلنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی توفیق اور اللہ کا معاملے کو آسان کرنا بہت ضروری ہے اسلئے موسیٰ علیہ السلام نے اس دعاء میں کہا: ﴿وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي﴾ اور میرے معاملے کو میرے لئے آسان کر دے.

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 5/ 276۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: یعنی اگر تو نے میری نصرت و مدد نہیں کی تو میرے لیے اس کام کو انجام دینے کی طاقت نہیں ہے۔[1]

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: معاملے کی آسانی یہ ہیکہ داعی کیلئے آسان ہو کہ وہ تمام معاملات کو اسکے بہتر اور صحیح طریقے سے انجام دے سکے اور ہر کسی سے اسی انداز میں مخاطب ہو جو اس کیلئے مناسب ہے اور اسے اتنے اچھے اور آسان طریقے سے دعوت دے جس کی وجہ سے وہ اسکی دعوت کو قبول کرے۔[2]

بیشک دعوت و تبلیغ کے وسائل میں سے ایک انتہائی اہم وسیلہ یہ ہیکہ داعی کو بیان کرنے اور باتوں کو سمجھانے پر قدرت حاصل ہو اور اسی لیے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعاء کی کہ وہ اس دعاء کے ذریعے ان کی زبان کو کھول دیں:

اللہ کا فرمان: ﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي [27] يَفْقَهُوا قَوْلِي﴾

اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے [27] تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔

مفسرین بیان کرتے ہیکہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت (بھاری پن) تھا جس کی وجہ سے بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، تو انہوں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ ان کی زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ ان کی بات کو سمجھ سکے اور بیان کا معنی و مفہوم جان جائے۔

علامہ سعدی نے موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے حاصل ہونے والے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ذکر کیا ہے کہ: فصاحت (کسی بات کو واضح طور پر بیان کرنا) یہ دعوت و تبلیغ اور تعلیم پر مددگار ثابت ہوتی ہے اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے طلب کیا کہ وہ ان کی زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ ان کی بات کو سمجھ سکے۔

لکنت میں کوئی عیب نہیں جب بات سمجھ میں آجائے اور موسیٰ کا اپنے رب کے ساتھ کمال ادب میں سے ہیکہ انہوں نے مکمل لکنت کے ختم ہونے کا سوال نہیں کیا بلکہ اتنی ہی لکنت ختم کرنے کا سوال کیا جس سے مقصد حاصل ہو جائے۔[3]

حسن بصری کہتے ہیکہ: رسول اللہ رب العالمین سے اپنی ضرورت کے مطابق ہی سوال کرتے ہیں اسلئے ان کی زبان میں (موسیٰ علیہ السلام کی) لکنت باقی رہی۔[4]

پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي [29] هَارُونَ أَخِي [30] اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي﴾

اور میرا وزیر میرے کنبے میں سے کر دے [29] یعنی میرے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو [30] تو اس سے میری کمر کس دے [31] اور اسے میرا شریک کار کر دے۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: موسیٰ علیہ السلام نے ایک خارجی چیز کا سوال کیا اور وہ یہ کہ ان کے بھائی ھارون علیہ السلام کو ان کا معاون و مددگار بنا دے۔[5]

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 5/ 276۔

[2] تفسیر ابن سعدی: ص: 587۔

[3] تیسیر اللطیف المنان: ص: 136۔

[4] البدایہ والنہایہ: 2/ 60۔

[5] تفسیر ابن کثیر: 5/ 277۔

اور دوسری جگہ پر موسیٰ علیہ السلام نے اس کی وجہ بھی بیان کی.

اللہ نے اس بات کو بیان کیا ہے:﴿وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ﴾

اور میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) مجھ سے بہت زیادہ فصیح زبان والا ہے تو اسے بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج کہ وہ مجھے سچا مانے، مجھے تو خوف ہے کہ وہ سب مجھے جھٹلا دیں گے۔(سورۃ القصص:34)

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ ان کے بھائی ھارون کو بھی نبوت اور رسالت کی تبلیغ میں ان کا شریک کار بنا دے. یہ اللہ کے نزدیک ان کے مقام ومرتبہ پر دلالت کرتا ہیکہ جب انہوں نے سفارش کی تو اللہ نے ان کے بھائی کی طرف وحی کی اور موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کا بھی مطالبہ کیا کہ ان کا مددگار ان کے اہل ( گھر والوں ) میں سے ہو اسلیے کہ یہ نیکی اور بھلائی ہے اور انسان کی خیر و بھلائی سب سے زیادہ حقدار اس کے رشتے دار ہیں.[1]

کہا جاتا ہیکہ کوئی بھی اپنے بھائی کیلئے اتنا نیک بخت اور نفع بخش نہیں جتنا موسیٰ علیہ السلام ھارون کیلئے تھے. پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس کا فائدہ ذکر کیا کہ:﴿كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا [33] وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا﴾

تا کہ ہم دونوں بکثرت تیری تسبیح بیان کریں اور بکثرت تیری یاد کریں۔

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ تمام عبادتوں اور دین کا دارومدار اللہ کے ذکرو اذکار پر ہی ہے، پس انہوں نے اللہ سے سوال کیا وہ ان کے بھائی ان کا ساتھی بنا دے کہ وہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر ایکدوسرے کا تعاون اور مدد کریں، اور بکثرت اللہ کا ذکر، اسکی تسبیح وتہلیل اور دوسری عبادتیں ادا کرتے رہے.[2]

شیخ سعدی نے یہ بھی بیان کیا کہ: ذکرو اذکار ہی وہ عبادت ہے جس کیلئے مخلوقات کو پیدا کیا گیا، تمام عبادتیں اللہ کا ذکر ہی ہے اسی طرح ذکرو اذکار عبادتوں کو انجام دینے میں بندے کی مدد کرتا ہے، اسکے لیے بڑے بڑے جابر و ظالم لوگوں کا مقابلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے، اور اللہ کی طرف دعوت دینا بھی آسان ہو جاتا ہے اور اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا جب انھیں نبی بنایا:﴿اذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي﴾

تو اور تیرا بھائی میری آیات لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔یعنی تم دونوں میرے ذکر سے تھکنا مت اور نہ ہی کمزور پڑنا بیشک وہ تمہارا ہتھیار ہے.[3] (سورۃ طہ:42) یعنی تم دونوں میرے ذکر سے مت تھکو اور کمزور مت پڑو بیشک وہ تم دونوں کے لئے ہتھیار ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعاء کو اس بات کے ذریعے ختم کیا:﴿إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا﴾

بے شک تو ہمیشہ ہمارے حال کو خوب دیکھنے والا رہا ہے۔

---

[1] تفسیر ابو مظفر السمعانی:3/328۔
[2] تفسیر ابن سعدی:ص:587۔
[3] تیسیر اللطیف المنان:ص:135۔

یعنی تو ہماری حالت، ہماری کمزوری وعاجزی کو جانتا ہے اور تو یہ بھی جانتا ہیکہ ہم تمام معاملات میں تیرے محتاج ہے تو ہمارے بارے میں ہم سے زیادہ جانتا ہے اور تو بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے پس تو ہم پر احسان کر اور جو ہم نے تجھ سے مانگا ہے ہماری دعاؤں کو قبول کرے۔[1] تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعاء کو قبول کرلیا اور کہا: ﴿قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَى﴾

فرمایا بے شک تجھے تیرا سوال عطا کر دیا گیا اے موسیٰ!

یعنی وہ تمام چیزیں تجھے دے دی گئی جو تو نے مانگا، سوال کرنا یعنی پسندیدہ چیزوں کو مانگنا۔

دوسرے مقام پر اللہ رب العالمین موسی علیہ السلام کی دعاء کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیکہ: ﴿قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِآيَاتِنَا أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ﴾

کہا ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو ضرور مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لیے غلبہ رکھیں گے، سو وہ تم تک نہیں پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی، غالب آنے والے ہو۔ (سورۃ القصص:35)

اللہ نے خبر دی ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی دعاء کو قبول کرلیا اور ان کی امیدوں کو پورا کر دیا اور ان کو انکے بھائی مضبوط کر دیا اور ان دونوں کو فرعون اور اسکی قوم پر واضح نشانیوں کے ذریعے غالب کر دیا ان دونوں اور انکے پیروکاروں کو غلبہ عطا کیا، ان کی مدد کی اور انکے لئے بہترین انجام ہے۔

بیشک اللہ رب العالمین تو کیا ہی بہترین مددگار ہے۔

[1] تفسیر ابن سعدی: ص: 587۔

## موسیٰ علیہ السلام کی دعاء (۳)

اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کے بارے میں گفتگو جاری ہے ان کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ فرعون نے انہیں قتل کرنے کی دھمکی دی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف لوٹے اور فرعون کے ظلم وعذاب سے پناہ طلب کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

اللہ کا فرمان:﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ[26] وَقَالَ مُوسَى إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴾

اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکارلے، بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمھارا دین بدل دے گا، یا یہ کہ زمین میں فساد پھیلا دے گا۔[26] اور موسیٰ نے کہا بے شک میں نے اپنے رب اور تمھارے رب کی پناہ لی ہے ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔(سورۃ غافر:26-27)

فرعون کی یہ بات باطل کو مزین کرنا اور پھیلانے کیلئے کہا اسی لیے یہ ضرب المثل بیان کی جاتی ہیکہ (صار فرعون مذکرا) یعنی: فرعون نصیحت کرنے والا ہوگیا حالانکہ اس کا لوگوں کو گمراہ کرنا مقصد تھا، فرعون یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ لوگوں پر اس بات سے ڈرتا ہیکہ موسیٰ علیہ السلام انہیں گمراہ نہ کردے پس وہ لوگوں پر شفقت کرتے ہوئے ان کو نصیحت کرنے لگا کہ کہیں موسیٰ علیہ السلام لوگوں کا دین تبدیل نہ کردے اور زمین میں فساد برپا نہ کردے، اور فرعون اپنے تعلق سے یہ بھی گمان کر رہا تھا کہ وہ لوگوں کو خیر کی طرف بلا رہا ہے اور سیدھے اور صحیح راستے کی طرف ان کی رہنمائی کر رہا ہے اور یہی باطل دعاۃ اور گمراہ ائمہ کی ہر جگہ اور ہر زمانے میں شان رہی ہے اور فرعون نے یہ باتیں کہی جبکہ وہ مخلوقات میں انتہائی برا، فساد پھیلانے والا اور سب سے بڑا خبیث تھا، لوگوں کے ساتھ مکروفریب کرنے والا اور حق بات سے تکبر کرنے والا تھا۔

اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعاء کی اور لوگوں کو خبردار کیا اور کہا:

اللہ کا فرمان:﴿إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾

موسیٰ نے کہا بے شک میں نے اپنے رب اور تمھارے رب کی پناہ لی ہے ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

اِمام طبری اس دعاء کا معنیٰ ومفہوم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیکہ: اے قوم کے لوگوں میں میرے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر تکبر کرنے والے سے جو اس کی (اللہ کی) توحید، اس کے معبود ہونے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے تکبر کرتا ہے، جو حساب کے دن پر ایمان ویقین نہیں رکھتا جس دن اللہ احسان کرنے والوں کو ان کے اِحسان کا اور برائی کرنے والوں کو ان کی برائی کا بدلہ دیں گا اور موسیٰ علیہ السلام نے خاص طور پر اس شخص سے اللہ کی پناہ طلب کی ہے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا اسلئے کہ جو شخص حساب کے دن کی تصدیق نہیں کرتا وہ نیکیوں پر ثواب کی امید اور برائیوں پر سزا ملنے سے بھی نہیں ڈرتا اسلئے موسی علیہ السلام نے خاص طور پر اس قسم کے لوگوں سے پناہ چاہی ہے۔[1]

[1] تفسیر طبری:20/310-311۔

اللہ رب العالمین نے اپنے نبی موسیٰ علیہ کی اس دعاء کو دوسرے مقام پر بیان کیا۔

اللہ کا فرمان: ﴿ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ ﴾

اور میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کردو۔

اِمام طبری اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیکہ: موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں نے میرے اور تمہارے رب کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور میں نے اس کے ذریعے تم سے پناہ طلب کی کہ تم لوگ مجھے سنگسار کرو۔[1]

اور کہا: سنگسار کرنا (رجم کرنا) کبھی زبان سے ہوتا ہے اور کبھی ہاتھ سے۔

اور درست بات یہ ہیکہ موسیٰ علیہ السلام نے ہر اس سنگسار سے اپنے رب سے پناہ طلب کی ہے جس سے مرجوم (جسے سنگسار کیا جائے) کو اذیت وتکلیف پہنچتی ہے چاہے زبان سے برا بھلا کہنا ہو یا پھر ہاتھ کے ذریعے پتھروں سے مارنا ہو۔[2]

اس سیاق وسباق سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جوشخص حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا اس کا تکبر اور ایمان نہ رکھنا اسے شر وفساد پر ابھارتا ہے اور مومن پر لازم وضروری ہیکہ وہ اس قسم کے لوگوں سے اللہ کی پناہ مانگے۔

اللہ کے رسول ﷺ سے ایک حدیث میں ثابت ہیکہ:

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ : أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ : اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ .

ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو جب کسی قوم سے خوف ہوتا تو فرماتے: ﴿ اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ ﴾ اے اللہ! ہم تجھے ان کے بالمقابل کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔"[3]

اللہ رب العالمین نے موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی بیان کی ہیکہ انہوں نے اپنے اور اپنے بھائی ہارون کیلئے مغفرت طلب کی جیسا کہ اللہ کا فرمان: ﴿ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴾

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے رب! میری خطا معاف فرما اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (سورۃ الأعراف: 151)

اسی طرح موسی علیہ السلام نے اپنے اور اپنی قوم کیلئے بھی اللہ سے مغفرت طلب کی۔

اللہ کا فرمان: ﴿ وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ أَنْتَ

[1] تفسیر طبری: 21/31۔
[2] تفسیر طبری: 21/33۔
[3] ابوداؤد: 1537۔

وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ[155]وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾

اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے مقررہ وقت کے لیے چنے، پھر جب انھیں زلزلے نے آپکڑا تو اس نے کہا اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انھیں اس سے پہلے ہلاک کر دیتا اور مجھے بھی، کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے بے وقوفوں نے کیا ہے؟ یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش، جس کے ساتھ تو گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جسے چاہتا ہے، تو ہی ہمارا یارومددگار ہے، سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔[155] اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی، بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا میرا عذاب، میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے سو میں اسے ان لوگوں کے لیے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔(سورۃ الأعراف:155-156)

اِبن کثیر نے کہا کہ اس دعاء دواہم باتوں کی طرف اشارہ ہے اور یہ دعاء دواہم باتوں پر مشتمل ہے:

پہلی بات: ناپسندیدہ، ممنوع اور حرام چیزوں کو ہٹانے اور دور کرنے کیلئے دعاء کرنا اور وہ یہ دعاء ہے:﴿أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْكَافِرِينَ﴾

تو ہی ہمارا یارومددگار ہے، سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

اس میں گناہوں پر پکڑ نہ ہو اور گناہوں سے بچنے کیلئے دعاء کی گئی ہے۔

دوسری بات: پسندیدہ، نیک، اچھی اور حلال چیزوں کے حصول کیلئے دعاء کرنا اور وہ دعاء یہ ہے:﴿ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ﴾

اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی یعنی ہمارے لیے دنیا وآخرت دونوں جگہ بھلائی کو واجب کر دے، لکھ دے۔

یعنی ہمارے لئے دنیا وآخرت میں بھلائی کو واجب کر دیں۔[1]

اور اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس شخص کی تعریف کی ہے جو اللہ رب العالمین سے ایسی دعاء مانگتا ہے جس میں دنیا وآخرت کی بھلائی طلب کی گئی ہو۔

اللہ کا فرمان:﴿ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[201]أُولَئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾

اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 3/ 478۔

بچا یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (سورۃ البقرۃ:201-202)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: اس دعاء میں دنیا میں موجود ہر خیر و بھلائی اور ہر برائی سے دوری کو جمع کر دیا ہے، اور بھلائی سے مراد دنیا کی ہر وہ بھلائی کو شامل ہے جیسے خیر وعافیت، اچھا مکان، نیک اور صالح بیوی، کشادہ رزق، نفع بخش علم، نیک اَعمال، آرام دہ سواری، خوبصورت تعریف اور اس کے علاوہ بہت سی بھلائی کو شامل ہے جو مفسرین نے بیان کیا ہے اور ان کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے یہ تمام چیزیں دنیا کی بھلائی کے معنی میں داخل ہے اور آخرت میں بھلائی سے مراد جنت میں داخلہ، قیامت کے دن جو مختلف مقامات پر الگ الگ حالات پیش آئیں گے اور اس دن کی ہولناکی سے امن وامان کا حاصل ہونا، حساب کا آسان ہونا اور اس کے علاوہ دوسری آخرت کی بھلائی کو شامل ہے اور رہی بات جہنم سے نجات کی تو اس سے نجات حاصل کرنے کے اسباب کا دنیا میں آسان ہونا جیسے گناہوں اور حرام چیزوں سے بچنا اور شہوات اور حرام کاموں کو چھوڑنا ان تمام باتوں کا آسان ہونا۔[1]

اسی لیے احادیث میں اس دعاء کی ترغیب دی گئی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی اکثر یہ دعا ہوا کرتی تھی: ﴿اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ "اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ سے بچا۔"[2]

موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول: ﴿إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ﴾ یعنی ہم نے توبہ کی اور تیری ہی طرف رجوع کیا۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 1/ 355-356۔

[2] صحیح بخاری: 6389، صحیح مسلم: 2690۔

## سلیمان علیہ السلام کی دعاء

قرآن میں مذکور انبیاء کی دعاؤں میں سے ایک دعاء اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام کی دعاء بھی ہے جنہیں اللہ نے نبوت اور بادشاہت عطا کی اور پرندوں کی بولی سکھائی۔

اللہ کا فرمان:﴿ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ﴾

اور داؤد کے وارث سلیمان ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم سب کچھ میں سے دیئے گئے ہیں۔ بیشک یہ بالکل کھلا ہوا فضل الٰہی ہے۔(سورہ النمل:16)

اور سلیمان علیہ السلام اپنے رب کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والے تھے وہ اپنے رب سے دعاء کرتے ،اس کی طرف گریہ وزاری کرتے کہ وہ انہیں اس واضح فضل وکرم پر شکریہ ادا کرنے کی توفیق دے اور اس سے نیک اَعمال ادا کرنے کے لیے مدد طلب کرتے جس کے ذریعے اللہ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے اور یہ بھی دعاء کی کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کرے.جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دی.اللہ کا فرمان:﴿ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ[17] حَتَّى إِذَا أَتَوْا عَلَى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ[18] فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ﴾

سلیمان کے سامنے ان کے تمام لشکر جنات اور انسان اور پرند میں سے جمع کیے گئے (ہر ہر قسم کی) الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی[17] جب وہ چینوٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ،ایسا نہ ہو کہ بیخبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے[18] اس کی اس بات سے حضرت سلیمان مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔(سورۃ النمل:17-19)

اللہ رب العالمین نے ان آیات میں سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کا ایک پہلو ذکر کیا اور جس کی وہ اللہ سے دعاء کیا کرتے تھے اور وہ ان کا یہ قول:﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ﴾

اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔

اور یہ انتہائی جامع دعاء ہے جو سلیمان علیہ السلام کے حالات کیلئے زیادہ مناسب اور جو اللہ نے انہیں عظیم بادشاہت اور واضح فضل دیا اس کے

زیادہ مناسب ہے۔

سلیمان علیہ السلام کی یہ دعاء: ﴿ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ ﴾ سلیمان علیہ السلام نے اللہ سے طلب کیا مانگا کہ اللہ انہیں اس کی عطا کردہ نعمتوں پر شکریہ ادا کرنے کی طاقت وقدرت عطا کرے اور اس خصوصی نعمت پر بھی جو آپ کے علاوہ کسی نبی کو نہیں دی گئی آپ کو پرندوں کی بولیاں سکھانا اور چیونٹیوں کی باتوں کو سنانا اس نعمت پر شکریہ ادا کرنے کی توفیق دے۔

﴿ وَعَلَى وَالِدَيَّ ﴾ اس میں اس بات کا بیان ہیکہ والدین پر انعام وکرم کرنا دراصل اولاد پر انعام کرنا ہے اس لیے سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے ان دینی ودنیوی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق مانگی جو اس نے ان پر اور انکے والدین پر انعام کیا اور والدین سے مراد داوٗد علیہ السلام اور ان کی ماں جو نیک اور عبادت گزار تھی۔[1]

﴿ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ ﴾ یعنی مجھے ان نیک اَعمال کو ادا کرنے کی توفیق دے جسے تو پسند کرتا ہے جو تیرے حکم کے مطابق اور تیری خوشنودی کی خاطر ہو، جو اَعمال کو برباد کرنے اور اجر میں کمی کرنے والی چیزوں سے پاک وصاف ہو۔

آیت کے اس ٹکڑے میں غور وفکر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہیکہ بیشک عمل کبھی عمل کرنے والے کی نظر میں نیک وصالح ہوتا ہے اور اللہ رب العزت اس عمل کو ناپسند کرتا ہے جو عمل اللہ سبحانہ وتعالی کے حکم کے مطابق نہ ہو یا پھر وہ عمل خالص اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے نہ ہو اللہ رب العالمین تو انہی اعمال سے خوش ہوتا ہے جو اس کی شریعت کے مطابق اور خالص اسی کیلئے کیا گیا ہو۔

﴿ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴾ یعنی جب تو مجھے وفات دے تو مجھے تیرے نیک بندوں اور تیرے بہترین اولیاء کے ساتھ ملا دے یعنی ان لوگوں کے گروہ میں مجھے داخل کردے، ان کے ناموں کے ساتھ میرا نام بھی لکھ دے اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ہی دوبارہ جمع کرنا۔

اِبن عباس نے کہا کہ: اس سے مراد ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اور وہ انبیاء جو ان کے بعد ہے وہ سب مراد ہیں۔[2]

سلیمان علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے جسے اللہ رب العالمین نے بیان کیا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ [34] قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴾

اور بلا شبہ یقینا ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور اس کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، پھر اس نے رجوع کیا۔ اس نے کہا اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقینا تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔ (سورۃ ص: 34-35)

اللہ رب العالمین نے خبر دی، بتایا کہ اس نے اپنے نبی سلیمان علیہ السلام کو آزمایا، ان کا امتحان لیا اس طرح سے کہ ان کی کرسی پر ایک جسم کو ڈال دیا شاید اس سے مراد یہ ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے بیان کیا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَأَطُوفَنَّ

[1] البدایہ والنہایہ: 2/327۔

[2] تفسیر بغوی: 3/411۔

اللَّيْلَةَ عَلَى مِائَةِ امْرَأَةٍ أَوْ تِسْعٍ وَتِسْعِينَ كُلُّهُنَّ يَأْتِي بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: إِنْ شَاءَ اللهُ فَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ فَلَمْ يَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللهُ لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُونَ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیکہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا آج رات اپنی سو یا (راوی کو شک تھا) ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر بیوی ایک ایک شہسوار جنے گی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ ان کے ساتھی نے کہا کہ ان شاءاللہ بھی کہہ لیجئے لیکن انہوں نے ان شاءاللہ نہیں کہا۔ چنانچہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئیں اور ان کے بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر سلیمان علیہ السلام اس وقت ان شاءاللہ کہہ لیتے تو (تمام بیویاں حاملہ ہوتیں اور) سب کے یہاں ایسے شہسوار بچے پیدا ہوتے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔[1]

اللہ نے انہیں معذور (عیب والا) لڑکا عطا کر کے آزمایا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہیکہ وہ جسم جو ان کی کرسی پر ڈالا گیا وہ جنی ہے جس نے آپ کی بادشاہت پر چالیس دن قبضہ کرلیا اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا تھا لیکن یہ اسرائیلی روایات ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ .

﴿ثُمَّ أَنَابَ﴾ یعنی اپنے رب کی طرف لوٹا، رجوع کیا، توبہ کیا۔

پھر کہا: ﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾

اس نے کہا اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقینا تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔

اپنے رب سے اپنے گناہوں کی مغفرت کا سوال کیا اور اس کے نام" الوھاب" کے ذریعے وسیلہ لگایا کہ وہ ان کو ایسی بادشاہت دے کہ ان کے بعد کسی اور انسان کیلئے مناسب نہ ہو۔

یقیناً اللہ نے ان کی دعاء کو قبول کرلیا اور ان کو ایسی بادشاہت عطا کی کہ ان کے بعد کسی کو بھی ایسی بادشاہت حاصل نہیں ہوئی۔

اللہ کا فرمان: ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ [36] وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ [37] وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ [38] هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ [39] وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَى وَحُسْنَ مَآبٍ﴾ (سورہ ص: 36-40)

پس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا اور آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے نرمی سے پہنچا دیا کرتی تھی [36] اور (طاقت ور) جنات کو بھی (ان کا ماتحت کر دیا) ہر عمارت بنانے والے کو اور غوطہ خور کو [37] اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے [38] یہ ہے ہمارا عطیہ اب تو احسان کر یا روک رکھ، کچھ حساب نہیں [39] ان کے لئے ہمارے پاس بڑا تقرب ہے اور بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری: 2819، صحیح مسلم: 1654۔

پس اللہ نے مغفرت کے ساتھ دو اور چیزیں سلیمان علیہ السلام کو عطا کیں:

پہلی: " زلفٰی" یعنی اللہ رب العالمین سے قربت.

دوسری: "حسن المآب" یعنی اللہ کے پاس بہترین اور اچھا ٹھکانا.[1]

اور حدیث میں ثابت ہیکہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَنَى بَيْتَ الْمَقْدِسِ، سَأَلَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خِلَالًا ثَلَاثَةً ؛ سَأَلَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ: حُكْمًا يُصَادِفُ حُكْمَهُ فَأُوتِيَهُ، وَسَأَلَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ: مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ فَأُوتِيَهُ، وَسَأَلَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ: أَنْ لَا يَأْتِيَهُ أَحَدٌ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ فِيهِ، أَنْ يُخْرِجَهُ مِنْ خَطِيئَتِهِ، كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سلیمان بن داود علیہما السلام نے جب بیت المقدس کی تعمیر فرمائی تو اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں مانگیں، اللہ عزوجل سے مانگا کہ وہ لوگوں کے مقدمات کے ایسے فیصلے کریں جو اس کے فیصلے کے موافق ہوں، تو انہیں یہ چیز دے دی گئی، نیز انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسی سلطنت مانگی جو ان کے بعد کسی کو نہ ملی ہو، تو انہیں یہ بھی دے دی گئی، اور جس وقت وہ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جو کوئی اس مسجد میں صرف نماز کے لیے آئے تو اسے اس کے گناہوں سے ایسا پاک کردے جیسے کہ وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا۔"[2]

ہم اللہ سے سوال کرتے ہیکہ اے اللہ تو بیت المقدس کو یہودیوں کے ہاتھوں سے آزاد کردے اور اسے مسلمانوں کو لوٹا دے اور اس میں نماز پڑھنے کو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے، اسے یہودیوں کی گندگی سے پاک وصاف کردے بیشک تو بہترین عطا کرنے والا ہے اور تو ہمارے لیے کافی اور بہترین کارساز۔

---

[1] طریق الہجرتین لابن قیم: ص: 217۔

[2] نسائی: 692۔ ابن ماجہ: 1408۔

## زکریا علیہ السلام کی دعاء

قرآنی دعاؤں میں سے ایک دعاء جو اللہ کے زکریا علیہ السلام کے قصے میں ذکر کی گئی ہے کہ جب انہوں نے اپنے رب سے دعاء کی کہ وہ انہیں نیک اور صالح لڑکا دے کہ وہ علم، نبوت اور دینی امور کو انجام دینے میں ان کا وارث ہوگا، زکریا علیہ السلام کو ان کی زندگی میں کوئی اولاد نہیں تھی، ان کی بیوی بانجھ تھی اور بوڑھی ہو چکی تھی لیکن یہ اللہ کا کمالِ علم اور کمالِ قدرت ہیکہ وہ جب کوئی چیز کرنا چاہتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے اگر چہ عادۃً اس کے ہونے کے اسباب موجود نہ ہو اس لئے کہ وہی اسباب اور مسببات کو پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کی کنجیاں (چابیاں) اور خزانے اسی کے ہاتھ میں ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿كهيعص [1] ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا [2] إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا [3] قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا [4] وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا [5] يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ (سورۃ مریم: 1-6)

کھیعص [1] یہ ہے تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی [2] جبکہ اس نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی تھی [3] کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اٹھا ہے، لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا [4] مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے، میری بیوی بھی بانجھ ہے پس تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما [5] جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا بھی جانشین اور میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنالے۔

یہ عظیم دعاء جو زکریا علیہ السلام نے کی اس دعاء میں زکریا علیہ السلام نے اپنی حالت اور اپنی شدید خواہش کا ذکر کیا، اپنے رب کے ساتھ ان کا مکمل ادب و احترام سے پیش آنا، اسکی قدرتِ کاملہ پر مکمل بھروسہ، انکے ساتھ اس کی خاص رحمت اور بندوں کے ساتھ عام رحمت کا ذکر کرنا ان تمام باتوں پر یہ دعاء مشتمل ہے۔

﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا﴾ اس میں اس میں اللہ کی اپنے بندے زکریا کے ساتھ خصوصی رحمت کا ذکر ہے۔

﴿إِذْ نَادَى رَبَّهُ﴾ نداء سے مراد یہاں دعاء اور رغبت ہے۔

﴿نِدَاءً خَفِيًّا﴾ یعنی چپکے سے پکارنا اعلانیہ نہیں۔ اس میں زکریا علیہ کی تعریف ہے کہ انہوں نے اپنے رب کو چپکے سے پکارا اس میں اس بات کی دلالت ہیکہ دعاء کو چھپانا افضل ہے اس کا اظہار اور اعلان کرنے سے۔

﴿رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي﴾ یعنی بڑھاپے کی وجہ سے میری ہڈیاں کمزور اور نرم ہوگئی ہے۔

علامہ محمد امین شنقیطی کہتے ہیکہ: ہڈیوں کی کمزوری کا ذکر اسلئے کیا گیا ہے کہ بیشک ہڈیاں بدن کا ستون ہے اسی کے ذریعے بدن قائم رہتا ہے اور وہ بدن کی اصل و بنیاد ہے بیشک اس کا کمزور ہونا پورے بدن کے کمزور ہونے کی دلیل ہے اسلئے کہ وہ جسم کا سب سے مضبوط اور سخت حصہ ہوتا ہے اس کے کمزور ہونے سے بدن کے دوسرے اعضاء کا کمزور ہونا لازم آتا ہے۔[1]

---

[1] أضواء البيان: 4/ 204۔

﴿وَاشۡتَعَلَ الرَّأۡسُ شَيۡبًا﴾ یعنی بڑھاپے کے آثار سر میں ظاہر اور پھیلنے لگے ہے. اسلیے کہ سر کے بالوں کا سفید ہونا بڑھاپہ اور کمزوری کی دلیل ہے اور موت کا پیغام اور اس سے ڈرانا ہے.

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: اس سے مراد کمزوری اور بڑھاپے کی خبر دینا اور اس کی ظاہری و باطنی نشانیوں کی خبر دینا مراد ہے.[۱]

انہوں نے اپنے رب کو اپنی حالت کو بیان کرتے ہوئے اور اس کی طرف اپنی ضرورت اور محتاجگی کا وسیلہ لگاتے ہوئے اپنے رب کو پکارا.

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: انہوں نے اپنی کمزوری اور عاجزی کے ذریعے اللہ کی طرف وسیلہ لگایا اور یہ اللہ کی طرف پسندیدہ اور محبوب وسیلوں میں سے ہے اسلئے کہ یہ اپنی طاقت وقوت سے برآت کا اظہار اور دل کو اللہ کی طاقت وقوت سے جوڑنے پر دلالت کرتا ہے.[۲]

﴿وَلَمۡ أَكُنۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ یعنی اے میرے رب تجھ سے دعاء کرکے میں کبھی کبھی محروم نہیں رہا اسلئے کہ تو نے کبھی بھی میری دعاؤں کو ضائع نہیں کیا بلکہ تو میری دعاء کو قبول کرتا اور میری حاجت وضرورت کو پورا کرتا ہے پس انہوں نے اللہ کی طرف وسیلہ لگایا جو اللہ نے اس سے پہلے ان کی دعاؤں کو قبول کیا اور احسان کیا تو زکریا علیہ السلام نے طلب کیا کہ وہ اپنی اس عادت کو جاری رکھ جو اس سے پہلے عادت تھی حاجت وضرورتوں کو پوری کرنا اور اس دعاء کو قبول کرنا جو اس نے سوال کیا ہے.[۳]

قاسمی نے کہا کہ اس آیات سے میں نے یہ فوائد حاصل کیا کہ دعاء کے آداب اور اس میں مستحب امور کیا ہے. جو درج ذیل ہیں.

1) ﴿خَفِيًّا﴾ چپکے سے دعاء کرنا اور دعاؤں کو چھپانا.

2) ﴿وَاشۡتَعَلَ الرَّأۡسُ شَيۡبًا﴾ دعاء میں عاجزی وانکساری اختیار کرنا، کمزوری، ذلت ومسکنت، محتاجگی کا اظہار کرنا مستحب ہے.

3) ﴿وَلَمۡ أَكُنۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ اللہ کی طرف اس کی نعمتوں اور بہترین عطیات کے ذریعے وسیلہ پکڑنا.[۴]

﴿وَإِنِّي خِفۡتُ الۡمَوَالِيَ مِن وَرَآءِي﴾ یعنی بیشک میں ڈرتا ہوں کہ میری موت کے بعد بنی اسرائیل کی ذمہ داری کون اٹھائیں گا کہ وہ تیرے دین کو کماحقہ قائم رکھیں گا اور تیرے بندوں کو تیری طرف بلائیں گا، اس میں ان کی شفقت وخیرخواہی اور دین کو قائم رکھنے کی حرص وخواہش اور اس کے ضائع وبرباد ہونے سے ڈر کا بیان ہے.

﴿وَكَانَتِ امۡرَأَتِي عَاقِرًا﴾ یعنی میری بیوی بانجھ ہے وہ جوانی کی عمر سے ہی بچہ نہیں پیدا کرسکتی.

﴿فَهَبۡ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا﴾ یعنی نیک اور صالح، مددگار لڑکا دے.

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: اس ولایت سے مراد دین کی ولایت، نبوت، علم اور عمل کی وراثت مراد ہے، اسی لیے کہا: ﴿يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنۡ آلِ يَعۡقُوبَ﴾ یہاں پر وراثت سے مراد علم، نبوت اور اللہ کی طرف دعوت دینا مراد ہے نہ کہ مال کی وراثت مراد ہے.[۵]

﴿وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ یعنی جو مجھے تو اولاد دیں گا اسے اپنا مقبول بندہ بنالے کہ تو اور تیرے تمام بندے دینی واخلاقی اعتبار اس کو پسند

---

[۱] تفسیر ابن کثیر: 5/ 206۔

[۲] تفسیر ابن سعدی: ص: 569۔

[۳] بدائع الفوائد لابن قیم: 3/ 504۔

[۴] محاسن التاویل: 11/ 4127۔

[۵] تفسیر ابن سعدی: ص: 569۔

کرتے ہو.

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: حاصل کلام یہ کہ انہوں نے اللہ سے نیک اور صالح اولاد کا سوال کیا جو ان کی موت کے بعد باقی رہے اور ان کے بعد ان کا وارث ہوگا اور وہ اللہ اور اسکی مخلوقات کے نزدیک مقبول نبی ہوگا. اور یہی سب سے افضل اور بہترین اولاد ہے،. اور اللہ کی اپنے بندوں کے ساتھ رحمت میں سے ہیکہ وہ اس کو نیک اور صالح اولاد دے جو مکارم اخلاق اور اچھی خوبیوں کی مالک ہو.[1]

وہ آیات جو زکریا علیہ السلام کی دعاء پر مشتمل ہیں وہ یہ ہے:

اللہ کا فرمان:﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴾

وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کو بہت سننے والا ہے۔ (سورہ آل عمران:38)

اللہ کا فرمان:﴿ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴾ (سورۃ الأنبیاء:89)

اور زکریا (علیہ السلام) کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے تنہا نہ چھوڑ، تو سب سے بہتر وارث ہے.

اور اللہ نے خبر دی کہ اس نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی دعاء کو قبول کرلیا اور ان کی بیوی کو بانجھ ہونے کے باوجود بچہ پیدا کرنے والی بنادیا اور انہیں نیک اور صالح اولاد دی جس کا نام یحییٰ ہے اور اس کو نبی بنادیا.

اللہ کا فرمان:﴿ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴾

تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لیے درست کر دیا، بے شک وہ نیکیوں میں بہت جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے ہی لیے عاجزی کرنے والے تھے۔ (سورۃ الأنبیاء:90)

اللہ کا فرمان:﴿ يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ﴾ (سورۃ مریم:7)

اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔

اللہ کا فرمان:﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴾ (سورہ آل عمران:39)

تو فرشتوں نے اسے آواز دی، جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے، جو اللہ کے ایک کلمے (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے آپ پر بہت ضبط رکھنے والا اور نبی ہوگا نیک لوگوں میں سے۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ:

اللہ رب العالمین نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کی وہ لوگوں کے سامنے زکریا علیہ کا قصہ بیان کرو کہ اللہ نے ان کو بڑھاپے کی عمر میں اولاد

---

[1] تفسیر ابن سعدی: ص:569-570۔

عطا کی اور ان کی بیوی بھی جوانی سے ہی بانجھ تھی اس کا مقصد یہ ہیکہ کوئی بھی اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے مایوس نہ ہو۔[1]

[1] البدایہ والنہایہ:2/395۔

## ہمارے نبی محمد ﷺ کی دعاء (۱)

اللہ رب العالمین نے قرآن کریم مختلف مقامات پر اپنے نبی محمد صل اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اس سے دعاء کرے جس دعاء میں اس حمد وثناء، تعریف کا ذکر ہو اور اس سے مانگا اور سوال بھی کیا گیا ہو، ایک مسلمان کیلئے مناسب اور فائدہ مند ہیکہ وہ ہر دعاء پڑھرے، رکے اور اس سے یہ تعلیم حاصل کرے کہ اللہ رب العالمین کا ذکر کرنے اور اس سے دعاء کرنے کا صحیح اور درست طریقہ کیا ہے۔

1) ان ہی مقامات میں سے ایک یہ ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ﴾ (سورۃ الاعراف:205)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح وشام یاد کر اور غافلوں سے نہ ہو۔

اس آیت میں ڈر وخوف اور عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے خاص طور سے دن کے اول حصے اور آخری حصے میں اور سستی وغفلت اور غافل لوگوں کا راستہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیکہ: ﴿فِي نَفْسِكَ﴾ سے مراد زبان کے ذریعے دل کے ساتھ ذکر کرنا:

اور معلوم ہونا چاہیے کہ صبح اور شام اللہ رب العالمین کا جائز ذکر کرنے سے مراد دو ذکر ہیں۔

(1) نماز میں اللہ کا ذکر کرنا یعنی فجر اور عصر کی نماز ادا کرنا۔

(2) نماز کے باہر ذکر کرنا یعنی ان دونوں نمازوں کے بعد صبح وشام کے مسنون اذکار و دعاؤں کا اہتمام کرنا جس کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اور سکھایا۔[1]

(2) وہ آیات جس میں اللہ رب العالمین نے اپنے نبی ﷺ کو دعاء کرنے کا حکم دیا:

اللہ کا فرمان: ﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [26] تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

کہہ دے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ [26] تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہے کسی حساب کے بغیر رزق دیتا ہے۔ (سورۃ آل عمران:26-27)

یہ نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ اس دعاء کے ذریعے دعاء کریں، اپنے رب کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے، اس پر بھروسہ کرتے ہوئے،

---

[1]) دقائق التفسیر:3/166۔

اس کا شکریہ ادا کرے اور معاملاتِ کو اسی کے حوالے کرتے ہوئے دعاء کریں۔

اللہ رب العالمین نے آیت کی شروعات کی ہے اس بات سے کہ وہ اکیلا تن تنہا بادشاہ ہے، بیشک وہ جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

پہلی آیت میں یہ بیان کیا گیا ہیکہ: وہ وہ بادشاہت میں اکیلا ہے۔

دوسری آیت میں یہ بیان کیا گیا ہیکہ وہ اکیلا ہی اس میں تصرف اور تدبیر کرتا ہے، بیشک وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے چاہے وہ کسی بھی قسم کی عزت ہو اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے اس سے عزت کو چھین کر، اور تمام بھلائی اور خیر اسی کے ہاتھ میں ہے کوئی بھی اس کے ساتھ اس میں شریک نہیں ہے، پھر آیت کو اس بات سے ختم کیا: ﴿إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

پس یہ آیت اس کے اکیلے بادشاہ ہونے، تصرف کرنے اور اس کی عام قدرت کو شامل ہے، اس بات پر بھی مشتمل ہیکہ تمام خیر و بھلائی اور تصرفات اسی کے ہاتھ میں ہے، اور اللہ رب العالمین کا کسی سے بادشاہت کا چھین لینا اور اس کا کسی کو ذلیل و رسواء کرنا بھی خیر ہی ہے اگر چہ وہ ان لوگوں کیلئے شر ہو جس سے بادشاہت چھین لی گئی ہو اور جسے ذلیل کر دیا گیا ہو، بیشک یہ تصرف عدل وانصاف، فضل وکرم اور حکمت ومصلحت کے درمیان گھومتا رہتا ہے اس سے باہر نہیں نکلتا، یہ تمام چیزیں خیر ہے اس پر رب العالمین کی حمد وثناء کی جائے گی اسی طرح اس کو برائی سے پاک وصاف ماننے اور برائی کی نسبت اس کی طرف نہ کرنے پر بھی اس کی حمد وثناء بیان کی جائے۔[1] یہ ابن قیم کا قول ہے۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیکہ: اس آیت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس امت کو اللہ کی نعمت پر شکریہ ادا کرنے کی تنبیہ اور رہنمائی کی گئی ہے۔ اس لیے کہ اللہ نے نبوت کو بنی اسرائیل سے نبیِ عربی، مکی، قرشی، خاتم الانبیاء کی طرف منتقل کر دیا، اور اور تمام جن وانس کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا، جس میں اللہ نے اس سے ما قبل کی تمام خوبیوں اور اچھائیوں کو جمع کر دیا م، اور آپ کو وہ خصوصیات عطا کی جو آپ سے پہلے کسی نبی ورسول کو نہیں دی گئی جیسے اللہ اور اس کی شریعت کے بارے میں علم، آپ کو پچھلے اور آنے والے غیبوں کے تعلق سے بتانا، خبر دینا، زمین کے مشرق ومغرب میں آپ کی امت کا پھیلنا، آپ کے دین وشریعت کو تمام ادیان وشریعتوں پر تا قیامت غالب کرنا۔[2] صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

3) وہ آیات جس میں اللہ نے نبی کریم ﷺ کو دعاء کرنے کا حکم دیا:

اللہ کا فرمان: ﴿قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾

تو کہہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! ہر چھپی اور کھلی کو جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ (سورۃ الزمر: 46)

مشرکین کی مذمت، ان کا شرک سے محبت کرنا اور توحید سے نفرت کا ذکر کرنے کے بعد اللہ رب العالمین نے اپنے نبی محمد ﷺ کو اس دعاء کا

---

[1]) شفاء العلیل لابن قیم: ص: 178-179۔

[2]) تفسیر ابن کثیر: 2/ 22-23۔

حکم دیا۔

یعنی اے نبی تم اس اللہ کو پکارو جو اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے بغیر کسی سابق مثال کے (بغیر کسی نقشے کے)، ﴿عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ جو چھپی اور کھلی ہر باتوں کا علم رکھتا ہے، ﴿أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ پس تو اپنے بندوں کے درمیان دنیا میں بھی، ان کے قبروں سے اٹھنے اور آخرت کے دن بھی فیصلہ کریں گا۔[1]

اس میں بندوں کو تعلیم دی گئی ہیکہ وہ اللہ کی طرف جائے پناہ اختیار کرے، اس کے اچھے ناموں سے اسے پکارے، دشمنوں کی چالوں اور مکر وفریب کو دور کرنے اور ان کے شرور سے سلامتی حاصل کرنے کیلئے عاجزی وانکساری کے ساتھ اس سے مدد طلب کرے۔

ایک حدیث میں بیان ہے کہ:

أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ؟ قَالَتْ: كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ: اللَّهُمَّ رَبَّ جَبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ. اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ.

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنی نماز کی شروعات کس چیز سے کرتے تھے؟ توانہوں نے کہا: آپ جب رات میں اٹھ کر اپنی نماز شروع کرتے تو کہتے: ﴿اللَّهُمَّ رَبَّ جَبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ. اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ فاے اللہ! اے جبرائیل ومیکائیل واسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، غائب اور حاضر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا جس میں وہ جھگڑتے تھے، اے اللہ! جس میں اختلاف کیا گیا ہے اس میں تو میری رہنمائی فرما، تو جس کی چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔"[2]

4) وہ دعاء جس کا نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا:

اللہ کا فرمان: ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾

پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔

(سورۃ التوبۃ: 129)

آیت کا معنی: اگر کفار ومشرکین آپ کی پاک اور کامل شریعت سے اعراض کرے (منہ موڑے) تو آپ یہ دعاء کہے:

---

[1]) تفسیر ابن کثیر: 7/ 94۔

[2]) صحیح مسلم: 770۔

﴿حَسْبِيَ اللَّهُ﴾ یعنی اللہ میرے لیے کافی ہے.

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ یعنی وہی حقیقی معبود ہے.

﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ یعنی میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اپنے تمام معاملات کو اسی کے حوالے کر دیا

﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ یعنی وہ ہر چیز کا خالق ومالک ہے، اسلئے کہ وہ عرشِ عظیم کا رب ہے جو تمام مخلوقات کی چھت ہے، اور خاص طور سے عرش عظیم کا ذکر اسلئے کیا گیا کیونکہ وہ سب سے عظیم اور بڑی مخلوق ہے، پس دوسری مخلوقات بدرجہ اولی اس میں داخل ہو جاتی ہے.

ایک حدیث میں ہیکہ:

عن أبي الدرداء: مَن قال في كلِّ يومٍ حينَ يُصبِحُ وحينَ يُمسي: حَسبيَ اللهُ لا إلهَ إلّا هو عليه توكَّلتُ وهو ربُّ العَرشِ العَظيمِ سَبعَ مراتٍ كَفاه اللهُ ما أهَمَّه من أمرِ الدُّنيا والآخِرةِ.

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت سات مرتبہ: ﴿حَسبيَ اللهُ لا إلهَ إلّا هو عليه توكَّلتُ وهو ربُّ العَرشِ العَظيمِ﴾ مجھے اللہ کافی ہے، صرف وہی معبود برحق ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے، وہی عرش عظیم کا رب ہے۔" کہے تو اللہ دنیا وآخرت کی پریشانیوں سے اسے کافی ہوگا.[1]

[1] ابوداؤد: 5081۔ اس کی سند موقوف ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں اور یہ اس قسم سے ہے جس میں رائے اور اجتہاد سے نہیں کہا جاتا تو اس کا حکم مرفوع کا ہے۔

## ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاء (۲)

5) وہ مقامات جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا ذکر کرنے اور اس سے دعاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴾

اور کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ عاجز ہوجانے کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کر،خوب بڑائی بیان کرنا۔(سورۃ بنی اسرائیل:111)

یہ دعاء ہے جس میں اللہ کی حمد وثناء اور بزرگی کا بیان ہے، اللہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اپنے رب کی وحدانیت کا اقرار کریں اور ہر قسم کے عیوب سے اس کی پاکی بیان کریں جو اس کے لائق نہیں ہے۔

ایک اَثر جو محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے وہ کہتے ہیکہ: یہود ونصاریٰ تو کہتے تھے کہ اللہ کی اولاد ہے۔ مشرکین کہتے تھے: ﴿لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ﴾ یعنی ہم حاضر باش غلام ہیں، اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں لیکن جو خود تیری ملکیت میں ہیں، تو ہی ان کا اور ان کی ملکیت کا مالک ہے۔ صابی اور مجوسی کہتے ہیں کہ اگر اولیاء اللہ نہ ہوں تو اللہ سارے انتظام آپ نہیں کر سکتا۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴾

اس آیت میں اس بات کا بیان ہیکہ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے اس لیے کہ تمام صفاتِ کاملہ اور صفاتِ جلال اسی کیلئے خاص ہے، وہ کسی کو بھی اپنی اولاد بنانے سے پاک وصاف ہے، اکیلا تن تنہا بادشاہ ہے کوئی بھی اس کا شریک نہیں، اپنے بندوں سے بے نیاز ہے ان میں سے کسی کا محتاج نہیں، کوئی اس کا مددگار نہیں کہ ان سے قوت وطاقت حاصل کرے عاجزی سے، اور ان کے ذریعے تعداد میں اضافہ کرے قلت سے، وہ تو پاک، بلند وبالا ہے۔

6) وہ مقامات جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعاء کا حکم دیا گیا:

اللہ کا فرمان: ﴿وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ﴾

اور دعا کیا کریں کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرمادے۔(سورۃ بنی اسرائیل:80)

اس دعاء میں اللہ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اللہ سے سوال کرے کہ اللہ انہیں جہاں بھی داخل کریں اور جہاں سے بھی نکالے تو سچائی کے ساتھ اچھی طرح لے جائے اور نکالے۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیکہ: اس سے مراد یعنی جہاں بھی لے جائے اور جہاں سے بھی نکالے تو ایسے حق پر ثابت اور قائم رکھے، جو اللہ سے ملائے رکھے، اور اللہ کی طرف پہنچانے والا ہو چاہے وہ اقوال ہو یا افعال، اور دنیا وآخرت میں اس کا بدلہ دے۔

**سچائی کے ساتھ داخل کرنا اور نکالنا:** یعنی ان کا داخل ہونا اور نکلنا اللہ کی مرضی کیلئے ہو اور اللہ کیلئے حق پر ثابت رہنے کیلئے ہو اور اس کا مقصد کسی فائدہ مند چیز کو حاصل کرنا ہو۔

**برا داخل ہونا اور نکلنا:** جو کسی مقصد کی طرف نہ پہنچا تا ہو اور نہ ہی وہ ثابت وقائم رہتا ہے جیسا کہ کفار ومشرکین کا بدر کے دن نکلنا کتنا برا تھا.اور محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کا سچائی کے ساتھ اچھی طرح نکلنا، اسی طرح سے اللہ کے رسول ﷺ کا مدینہ میں سچائی کے ساتھ داخل ہونا خالص اللہ کیلئے اور اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے تھا اسلئے آپ کو کامیابی، اللہ کی مدد اور تائید حاصل ہوئی اور آپ کو دنیا وآخرت کی بھلائی ملی اس کے برخلاف جو لوگ جنگ احزاب کے دن مدینہ میں برائی اور جھوٹ کے ساتھ داخل ہوئے، اللہ کی خاطر نہیں اور نہ ہی اس کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے داخل ہوئے اسلئے وہ ذلیل ورسواء ہوئے اور ہلاک وبرباد ہوئے.

اگر کسی بھی جگہ داخل ہونا اور کسی بھی جگہ سے نکلنا اللہ کی خاطر اور اسکی رضامندی حاصل کرنے کیلئے ہو تو اللہ ایسے لوگوں کا محافظ اور ذمہ دار ہوتا ہے ان کی مدد کرتا ہے اور یہی کسی جگہ اچھی طرح سے داخل ہونا اور نکلنا ہے.

اسی لئے بعض سلف جب اپنے گھر سے نکلتے تو آسمان کی طرف اپنی سر اٹھا کر کہتے:

(اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ أَن أَخرُجَ مَخرَجاً لَا أَكُونَ فِيهِ ضَامِناً عليك)

یعنی میں اس نکلنے سے پناہ مانگتا ہوں جو سچائی کے ساتھ نکلنا نہ ہو اور جس میں تو محافظ اور مددگار نہ ہو.

سچائی کے ساتھ نکلنے اور سچائی کے ساتھ داخل ہونے کی تفسیر کی گئی کہ اس سے مراد اللہ کے رسول ﷺ کا مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخل ہونا لیکن یہ ایک مثال کے طور پر ہے اور یہ سب سے اعلیٰ اور اہم نکلنا اور داخل ہونا تھا ورنہ اس سے مراد آپ ﷺ کا تمام سچائی کے ساتھ نکلنا اور داخل ہونا اللہ اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے تھا وہ تمام مراد ہے.

کسی کا اپنے گھر سے اور بازار یا کسی اور جگہ داخل ہونا چاہے سچائی کے ساتھ ہو یا برائی اور جھوٹ کے ساتھ ہو یہ اس میں داخل نہیں ہے۔

اسی طرح اس دعاء میں اللہ سے انتہائی عظیم چیز کا سوال کیا گیا: ﴿وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا﴾

اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرمادے.

قتادہ کہتے ہیکہ: اللہ کے رسول ﷺ کو معلوم تھا کہ ان کے پاس اس معاملے کیلئے اتنی طاقت وقوت نہیں ہے مگر غلبہ کے ذریعے، پس اللہ سے غلبہ اور مدد مانگی اللہ کی کتاب کیلئے، اللہ کے حدود وفرائض کیلئے، اللہ کے دین کے قیام کیلئے، بیشک غلبہ وطاقت وقوت اللہ کی رحمت ہے جسے اللہ اپنے بندوں کے درمیان رکھتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو لوگ ایکدوسرے پر ظلم وزیادتی کرے، طاقتور کمزوروں کے حقوق کو مارنے لگے.[1]

مجاہد کہتے ہیکہ: ﴿سُلْطَانًا نَّصِيرًا﴾ سے مراد واضح دلیل ہے.[2]

اِمام ابن جریر الطبری اور حافظ ابن کثیر نے امام قتادہ کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: حق کے ساتھ غلبہ وطاقت کا ہونا ضروری ہے اس شخص کیلئے جو حق سے دشمنی رکھتا ہے، اسی لیے اللہ رب العالمین نے

---

[1] تفسیر ابن طبری: 15/ 59۔

[2] تفسیر ابن طبری: 15/ 59۔

فرمایا:﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

بلا شبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔ (سورۃ الحدید:25)

حدیث میں ہیکہ:

بیشک اللہ قوت وغلبہ کے ذریعے کسی چیز سے روک دیتا، منع کر دیتا ہے جو قرآن سے نہیں منع کرتا۔[1] ۔

یعنی بہت سے لوگوں کو غلبہ وقوت کے ذریعے سے گناہوں اور برائیوں کا ارتکاب کرنے سے روک دیتا ہے جس برائی سے لوگ قرآن میں موجود سخت قسم کی سزاؤں اور دھمکی سے نہیں باز آتے اور یہی حقیقت ہے۔[2]

اس دعاء کا خلاصہ یہ ہیکہ: بیشک اللہ کے رسول ﷺ نے سوال کیا کہ اللہ انہیں تمام حالات میں حق پر ثابت قدم رکھے اور ان کو قوت وغلبہ دے تاکہ وہ اس کے ذریعے حق کی مدد کرے اور اس کے مخالفت کرنے والوں اور باطل پر اس کو غالب رکھے۔

7) وہ مقام جس میں نبی کریم ﷺ کو دعاء کرنے کا حکم دیا گیا:

اللہ کا فرمان:﴿وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا﴾

کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے قریب تر بھلائی کی ہدایت دے گا۔ (سورۃ الکہف:24)

اللہ رب العالمین نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنے رب سے سوال کرے کہ وہ ان کو صحیح، درست بھلائی کی توفیق دیں۔

یعنی مجھے ثابت قدم رکھ اس راستے پر جو اس سے زیادہ قریب اور بھلائی والا ہے۔

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ اس سے دعاء کرے، اس سے امید اور بھروسہ رکھے کہ وہ اس کو بھلائی کی طرف لے جانے والے سب سے قریب راستے کی ہدایت وتوفیق دے، بندے کی ہمیشہ یہی حالت ہونی چاہیے، پھر وہ اپنی کوششوں کو ہدایت وبھلائی کیلئے خرچ کرے کہ اس کو صحیح اور درست راستے کی توفیق مل جائے، اور اس کے پاس اس کے رب کی طرف سے مدد آئے اور اور اسے تمام معاملات میں درستگی مل جائے۔[3]

[1]) ابن عبدالبر نے اس کو التمہید میں ذکر کیا ہی۔ اس کی سند معضل ہے۔

[2]) تفسیر ابن کثیر:5/109۔

[3]) تفسیر ابن سعدی: ص:551۔

## ہمارے نبی محمد ﷺ کی دعاء (۳)

8) وہ مقام جس میں نبی کریم ﷺ کو اللہ سے دعاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾

یہ دعا کر کہ پروردگار! میرا علم بڑھا. (سورۃ طہ: 114)

اِمام طبری کہتے ہیکہ: اللہ رب العالمین نے کہا: اے محمد تو کہہ کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ کر جو تو مجھے سکھایا، اور حکم دیا کہ وہ علم کے فوائد کا سوال کرے جو وہ نہیں جانتا.[1]

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ علم میں ذیادتی کا سوال کرے، بیشک علم خیر ہے اور خیر کی زیادتی کا، اضافے کا سوال کرنا جائز ہے، اور یہ اللہ کی جانب سے ہے۔ علم کے اضافے کیلئے کوششیں کرنا، علم کا شوق رکھنا اور ہر وقت اللہ سے سوال کرنا اور مدد طلب کرنا یہ علم میں اضافے کے راستے ہیں.[2]

اور حدیث سے ثابت ہیکہ اللہ رسول ﷺ اس دعاء کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا پڑھی: ﴿اللَّهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا﴾

اے اللہ! مجھے اس علم سے نفع دے جو تو نے مجھے سکھایا ہے اور مجھے وہ علم سکھا جو مجھے فائدہ دے اور میرا علم زیادہ کر"۔[3]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیکہ: اللہ کے نبی ﷺ برابر علم میں اضافہ کا سوال کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آگئی.

اسی طرح سلف صالحین بھی اس دعاء کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ دعاء کیا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ زِدنِي إِيماناً وَفِقهاً وَيَقِيناً وَعِلماً﴾

اے اللہ میرے ایمان، سمجھ بوجھ، یقین اور علم میں اضافہ کر.[4]

اِمام مالک بن انس سے مروی ہیکہ انہوں نے کہا: ابن آدم کی یہ شان ہیکہ وہ ہر چیز کا علم نہیں رکھتا، ابن آدم کی یہ شان ہیکہ وہ علم حاصل کرتا اور بھول جاتا ہے، ابن آدم کی یہ شان ہیکہ وہ اللہ سے علم کے بعد علم کا سوال کرتا ہے.[5]

9) وہ مقام جس میں نبی کریم ﷺ کو اللہ سے دعاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

---

[1] تفسیر طبری: 16/ 181۔

[2] تفسیر ابن سعدی: ص: 599۔

[3] ترمذی: 3599، ابن ماجہ: 251۔

[4] سیوطی نے الدرالمنثور میں اسے ذکر کیا ہے: 5/ 602۔

[5] تفسیر ابو مظفر السمعانی: 3/ 358۔

اللہ کا فرمان:﴿قُلْ رَبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ[93]رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

آپ دعا کریں کہ اے میرے پروردگار! اگر تو مجھے وہ دکھائے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے (یعنی عذاب)[93] تو اے رب! تو مجھے ان ظالموں کے گروہ میں نہ کرنا۔ (سورۃ مومنون:93-94)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: اللہ رب العالمین نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا کہ وہ عذاب کے وقت یہ دعاء کریں[1]:﴿قُلْ رَبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ[93]رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

اس دعاء کا معنی یہ ہیکہ: اے میرے رب مجھے وہ عذاب دکھا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ تو اس کو نازل کرا اور میں حاضر ہوں اسے دیکھ رہا ہوں، اور مجھے ظالموں کے گروہ میں نہ کر بلکہ مجھے ان سے باہر نکال لے اور مجھے عذاب سے نجات دے۔

مفسرین کہتے ہیکہ: اس میں اس بات کی دلیل ہیکہ بندے کیلئے جائز ہیکہ وہ اللہ سے اس چیز کا سوال کرے جو ہر حالت میں واقع ہونے والی ہے۔[2]

اس بات کا بھی بیان ہیکہ نبی کریم ﷺ جانتے تھے کہ اللہ ان کو ظالم قوم میں نہیں کرے گا جب ان پر عذاب اتارے گا اور اللہ نے خبر دی کہ جب آپ ان کے درمیان ہوگے تو اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کریں گا۔

اللہ کا فرمان:﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔ (سورۃ أنفال:33)

اس کے باوجود اللہ نے نبی کریم ﷺ کو اس دعاء حکم دیا تاکہ ان کے اجروثواب میں اضافہ ہو اور وہ ہر وقت اپنے رب کو یاد کرتے رہے اور اسی کی طرف پناہ لیں۔

اسی قبیل اللہ کے رسول ﷺ کی یہ دعاء ہے:﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ، وَإِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ﴾

اے اللہ میں تجھ سے بھلے کام کرنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، اور ناپسندیدہ و منکر کاموں سے بچنا چاہتا ہوں اور مسکینوں سے محبت کرنا چاہتا ہوں، اور جب تو اپنے بندوں کو کسی آزمائش میں ڈالنا چاہیئے تو فتنے میں ڈالے جانے سے پہلے مجھے اپنے پاس بلالے۔[3]

10) وہ مقام جس میں نبی کریم ﷺ کو اللہ سے دعاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

اللہ کا فرمان:﴿ وَقُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ[97]وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ﴾

اور دعا کریں کہ اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آجائیں۔ (سورۃ مومنون:97-98)

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 5/485۔

[2] تفسیر ابو مظفر السمعانی: 3/358۔

[3] ترمذی: 3233۔

اس میں اللہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہیکہ وہ شیطان اور اس کے شر سے اللہ سے پناہ مانگے اسلیے کہ اس کے حیلے بہانے اور وسوسے فائدہ مند نہیں ہے اور وہ اطاعت وفرمانبرداری کا حکم نہیں دیتے پس ان سے نجات اللہ کی پناہ سے ہی ملتی ہے.

دعاء کا معنی یہ ہیکہ: میں اپنی قوت وطاقت سے برآت کر کے (چھوڑ کر) تیری قوت وطاقت کو لازم پکڑتا ہوں تاکہ تو مجھے شیطان کے وسوسوں سے بچالے.

همزات جمع ہے همزة کی لغت میں جس کا معنی ہے،الدفع والنخس.

همزات الشیطان کی تفسیر:

☆ اس سے مراد شیطان کا پھونکنا،تھونکنا ہے۔

☆ اس سے مراد شیطان کا حلق کو دبانا،جس کی وجہ سے اس کی عقل پر اثر پڑتا ہے گویا کہ وہ پاگل ہوگیا ہو.

☆ اس سے مراد شیطان کے وسوسے ہے.

ابن قیم کہتے ہیکہ:همزات الشیاطین سے مراد شیطان کا دلوں میں وسوسے ڈالنا.

کہا گیا کہ سب سے واضح قول یہ ہیکہ:همزات الشیاطین کا ذکر جب اکیلے کیا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ تمام چیزیں جو انسان کو شیطان کی طرف سے پہنچتی ہے اور جب نفخ (پھونک مارنا) اور نفث کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا خاص معنی ہوتا ہے.[1]

﴿وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ﴾: علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: اس کا معنی یہ ہیکہ میں تجھ سے پناہ مانگتا اس برائی سے جو شیطان کو چھونے اور اس کے وسوسے سے مجھے پہنچتی ہے،اور اس برائی سے بھی جو شیطان کے حاضر ہونے سے لاحق ہوتی ہے،اور اس میں ہر برائی وشر کی اصل سے پناہ طلب کی گئی ہے اور جب اللہ اپنے بندے کو اس شر سے پناہ دے دیں اور اس کی دعاء کو قبول کرے تو بندہ ہر طرح کی برائی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اسے ہر اچھے کاموں کے کرنے کی توفیق ملتی ہے.[2]

علامہ الشنقیطی کہتے ہیکہ اس آیت سے مراد یہ ہیکہ:﴿وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ﴾ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ شیطان میرے کسی بھی معاملے میں حاضر ہو،چاہے قرآن کی تلاوت کے وقت یا موت کے وقت یا کسی بھی معاملے میں اور کسی بھی وقت حاضر ہو.[3]

اسی لیے قرآن کی تلاوت کے وقت شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے:

اللہ کا فرمان:﴿ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴾

قرآن پڑھنے کے وقت مردود شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ (سورۃ النحل:98)

ایک حدیث میں ثابت ہیکہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی نماز میں دعاء استفتاح کے بعد کہتے تھے:أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ

---

[1] إغاثة اللهفان:1/154-155۔

[2] تفسیر ابن سعدی:ص:653۔

[3] أضواء البیان:5/819۔

الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ، مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ.[1]

ایک دوسری حدیث میں ثابت ہیکہ:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْفَزَعِ كَلِمَاتٍ : أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ، وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند میں ڈر جائے تو (یہ دعا) پڑھے: ﴿ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ ﴾ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کامل و جامع کلموں کے ذریعہ اللہ کے غضب، اللہ کے عذاب اور اللہ کے بندوں کے شر و فساد اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ ہمارے پاس آئیں۔"

(یہ دعا پڑھنے سے) یہ پریشان کن خواب اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ (تا کہ وہ اسے یاد کر لیں، نہ کہ تعویذ کے طور پر) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بالغ بچوں کو یہ دعا سکھا دیتے تھے، اور جو بچے نابالغ ہوتے تھے ان کے لیے یہ دعا کاغذ پر لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے.

اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جس میں شیطان مردود سے اللہ رب العالمین کی پناہ مانگی گئی ہے.

اللہ ہمیں شیطان کے وسوسے اور اس کی پھونک اور شر سے پناہ دے۔آمین

---

[1] ترمذی:3528۔

## ہمارے نبی محمد ﷺ کی دعاء (۴)

11) وہ مقام جس میں نبی کریم ﷺ کو اللہ سے دعاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿وَقُل رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾

اور تو کہہ اے میرے رب! بخش دے اور رحم کر اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ (سورۃ المؤمنون:118)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: یہ اللہ رب العزت کا اس دعاء کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔[۱]

یہ دعاء اللہ رب العالمین سے مغفرت اور رحم طلب کرنے پر مشتمل ہے۔

﴿رَّبِّ اغْفِرْ﴾ یعنی استغفار، مغفرت طلب کرنا (گناہوں سے)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: فالغفر کا معنیٰ گناہ کو مٹانا اور لوگوں سے اسے چھپانا۔[۲]

ابن جریر الطبری کہتے ہیکہ: اے محمد تو کہہ اے میرے رب میرے گناہوں کو تیری معافی کے ذریعے مجھ سے چھپا دے۔[۳]

﴿وَارْحَمْ﴾ استرحام یعنی رحمت طلب کرنا، مانگنا۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: رحمت کا معنی یہ ہیکہ ہر قول وفعل میں صحیح اور درست باتوں کی توفیق دینا، رہنمائی کرنا۔[۴]

ابن سعدی کہتے ہیکہ: اپنی رحمت کے ذریعے تو ہمیں ہر خیر وبھلائی کی طرف لے جا۔[۵]

﴿وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾ یعنی اے میرے رب تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے اپنے بندے پر، پس تو ان کی توبہ کو قبول کرتا ہے، ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، ان کی سزا کو چھوڑ دیتا ہے اور ان کو ہر خیر وبھلائی کی طرف لے جاتا ہے، پس اللہ بندوں پر ہر رحم کرنے والوں سے بہتر رحم کرنے والا ہے، ان پر ان کی ماں سے زیادہ اور ان کے نفس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اس دعاء کو اللہ کی کمالِ رحمت، اس کی کثرت اور اس کا ہر چیز کو گھیرے رہنا، کا وسیلہ لگا کر اس دعاء کو ختم کیا گیا ہے اور یہ مغفرت اور رحم طلب کرنے کیلئے مناسب اور اللہ کی طرف انتہائی پسندیدہ وسیلوں میں سے ہے، اسلئے کہ اس میں اللہ کی حمد وثناء کا بیان ہے جس کا وہ مستحق ہے۔

اور اس طرح کی بہت سی دعائیں احادیث میں ہیں جس میں مغفرت اور رحمت کی دعاء کو جمع کر دیا گیا ہے اور یہ آپ ﷺ کا اللہ کے حکم کو مکمل طور پر بجالانے کی دلیل ہے:

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي. قَالَ: قُلِ: اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا ، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ

---

[۱] تفسیر ابن کثیر: 5/ 95۔

[۲] تفسیر ابن کثیر: 5/ 95۔

[۳] تفسیر طبری: 17/ 135۔

[۴] تفسیر ابن کثیر: 5/ 95۔

[۵] تفسیر ابن سعدی: ص: 656۔

عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے جسے میں نماز میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ اے اللہ! میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) بہت زیادہ ظلم کیا پس گناہوں کو تیرے سوا کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔ مجھے اپنے پاس سے بھرپور مغفرت عطا فرما اور مجھ پر رحم کر کہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا بیشک وشبہ تو ہی ہے۔[1]

12) وہ مقام جس میں نبی کریم ﷺ کو دعاء کرنے کا حکم دیا گیا:

اللہ کا فرمان: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ، یقیناوہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سورۃ النصر: 3)

یہ اللہ کا اپنی نبی کریم ﷺ کو حکم ہیکہ: وہ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں، اور یہ حکم نبی کریم ﷺ کو اللہ کی مدد، فتح مکہ اور لوگوں کا فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے کی خوشخبری ملنے پر یہ حکم دیا۔

اسی لیے صحابہ کرام کی ایک جماعت نے سمجھا کہ نبی کریم ﷺ کو تسبیح وحمد اور استغفار کا حکم اس نعمت پر شکریہ ادا کرنے کیلئے دیا گیا ہے جس کی بشارت دی گئی۔

اور بعض صحابہ نے سمجھا (عمر وابن عباس) کہ اللہ کی مدد کا آنا، مکہ کا فتح ہونا اور لوگوں کا جماعت درجماعت اسلام میں داخل ہونا نبی کریم ﷺ کی موت کی خبر اور آپ کی عمر پوری ہوجانے پر دلالت کرتا ہے اور اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حمد کے ساتھ پاکی بیان کرنے اور مغفرت طلب کرنے حکم اسلئے دیا گیا کہ وہ اس کے ذریعے اپنے عمل کو ختم اور پورا کرے، اور اپنے رب سے ملاقات کیلئے مکمل تیاری کرلیں۔

اور نبی کریم ﷺ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد بہت زیادہ تسبیح وتحمید اور استغفار کیا کرتے تھے، جیسا کہ حدیث میں بیان ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ. قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ. فَقَالَ: خَبَّرَنِي رَبِّي أَنِّي سَأَرَى عَلَامَةً فِي أُمَّتِي فَإِذَا رَأَيْتُهَا أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا {إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ} فَتْحُ مَكَّةَ، {وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا * فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا}

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ فرماتے تھے: ﴿سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ﴾ کہتی ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ: ﴿سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ﴾

[1]

زیادہ کہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے بیان کیا کہ تو اپنی امت میں ایک نشانی دیکھے گا۔ پھر جب اس نشانی کو دیکھتا ہوں تو تسبیح کہتا ہوں یعنی ﴿سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ﴾ کہتا ہوں۔ وہ نشانی یہ ہے: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ آخر تک یعنی اللہ کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہوگیا اور لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق شریک ہونے لگے، تو اللہ کی تعریف کر، پاکی بول اور بخشش مانگ اس سے، وہ بخشنے والا ہے۔[1]

ایک دوسری روایت میں ہیکہ:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم ﷺ سجدہ اور رکوع میں اکثر یہ پڑھا کرتے تھے: ﴿سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي﴾ (اس دعا کو پڑھ کر) آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔[2]

﴿يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ﴾ یعنی اللہ کے رسول وہ عمل کرتے جو اللہ نے قرآن میں آپ کو حکم دیا۔ یعنی اللہ کا قول: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

یہ قرآنی آیات جس میں نبی کریم ﷺ کو اللہ سے مبارک دعاؤں کو کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تعریف اور حمد وثناء اور دین، دنیا و آخرت کی بھلائی کا سوال کرنے کا حکم دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے اللہ کے احکامات کی فرمانبرداری کی اور اللہ کے محبوب اور پسندیدہ بتائے ہوئے طریقے اور رہنمائی کے مطابق عمل کیا، اللہ کے رسول ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ رب العالمین سے دعاء کرنے والے، بہت اچھے طریقے سے حمد وثناء کرنے والے، اللہ کی طرف سب سے زیادہ رغبت رکھنے والے اور خوشی اور تکلیف میں اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے، بلکہ اللہ کے رسول انتہائی جامع اور مختصر کلمات کے ذریعے اپنے رب سے دعاء کرنے اور اس کی اچھی حمد وثناء کرنے میں تمام انبیاء پر سبقت لے گئے (آگے بڑھ گئے)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی اچھی صفت، عادت اور بہتر اخلاق کو نہیں چھوڑا مگر اللہ سے اس کا مطالبہ کیا اور کوئی بھی بری صفت اور بری عادت کو نہیں چھوڑا مگر اللہ سے اس سے پناہ ضرور طلب کی مختصر طور پر بھی اور تفصیل کے ساتھ انتہائی عاجزی وانکساری اور خشوع وخضوع کے ساتھ جو اللہ نے جامع کلمات آپ کو عطا کئے۔

صلوات اللہ وسلامہ علیہ

[1] صحیح مسلم:484۔
[2] صحیح بخاری:817،صحیح مسلم:484۔

# مومنوں کی دعائیں (۱)

اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب قرآن مجید میں بہت سی ایسی دعاؤں کا تذکرہ کیا ہے جسے اپنے مومن بندوں سے متصف کردیا اور ان کی تعریف بیان کی اور اپنے بعض نیک بندوں کی دعاؤں کا تذکرہ بھی کیا جس کے ذریعے سے انہوں نے اللہ سے دعاء کی جو اپنے معنی ومفہوم میں انتہائی عظیم دعاء ہے.

ایک مسلمان کیلئے مناسب ہیکہ وہ ان دعاؤں کو یاد کرے، اسکے معنی ومفہوم میں غوروفکر کرے اور اس کے ذریعے اللہ سے دعاء کرے اور اسی مقصد کی خاطر اللہ نے اس کو قرآن میں ذکر کیا ہے.

ان ہی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ ہے:

1) اللہ کا فرمان:: ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا. (سورہ البقرہ: 201)

یہ عظیم دعاء جسے اللہ رب العالمین نے اس قوم کے بارے میں بتائی ہے جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہے جنہوں نے کعبہ کا حج کیا اور وہ اپنے رب سے اس دعاء کے ذریعے سوال کرتے ہیں اور اللہ نے ان کی تعریف اور ثناء کی ہے اسلئے کہ انہوں نے اپنی دعاء میں دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کا سوال کیا ہے.

﴿رَبَّنَا﴾ اس میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار ہے جو اس کے اکیلے معبود حقیقی ہونے کو لازم ہے اور اس کا اپنی ذات، صفات اور اَفعال میں کامل ہونے کا اقرار ویقین ہے.

﴿آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ اس میں دنیا کی ہر خیر وبھلائی کا سوال کیا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: اس دعاء میں دنیا میں موجود ہر خیر وبھلائی اور ہر برائی سے دوری کو جمع کردیا ہے، اور بھلائی سے مراد دنیا کی ہر وہ بھلائی کو شامل ہے جیسے خیر وعافیت، اچھا مکان، نیک اور صالح بیوی، کشادہ رزق، نفع بخش علم، نیک اَعمال، آرام دہ سواری، خوبصورت تعریف اور اس کے علاوہ بہت سی بھلائی کو شامل ہے جو مفسرین نے بیان کیا ہے اور ان کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے یہ تمام چیزیں دنیا کی بھلائی کے معنی میں داخل ہے.

﴿وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً﴾

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: آخرت میں بھلائی سے مراد جنت میں داخلہ، قیامت کے دن جو مختلف مقامات پر الگ الگ حالات پیش آئیں گے اور اس دن کی ہولناکی سے امن وامان کا حاصل ہونا، حساب کا آسان ہونا اور اس کے علاوہ دوسری آخرت کی بھلائی کو شامل ہیں۔[1]

﴿وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ یعنی ہم سے جہنم کے عذاب کو پھیر دیں۔

[1] تفسیر ابن کثیر: 1/ 356۔

یہ دعاء جہنم سے نجات حاصل کرنے اور اس میں داخل نہ ہونے کے لئے ہے ۔ رہی بات جہنم سے نجات کی تو اس سے نجات حاصل کرنے کے اسباب کا دنیا میں آسان ہونا جیسے گناہوں اور حرام چیزوں سے بچنا اور شہوات اور حرام کاموں کو چھوڑنا ان تمام باتوں کا آسان ہونا.

یہ مبارک دعاء جامع دعاؤں میں سے ایک ہے جو دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی کو شامل ہے ۔اسی لیے احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی اور ابھارا گیا ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی اکثر یہ دعا ہوا کرتی تھی:﴿اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾"اے اللہ!ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ سے بچا۔"اور مسلم میں اس بات کا اضافہ ہیکہ انس رضی اللہ عنہ جب بھی دعاء کرتے تو یہ دعاء ضرور کرتے ۔[1]

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ: {رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ}.

عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں رکن (یعنی رکن یمانی اور حجر اسود) کے درمیان ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(سورۃ البقرہ:۲۰۱) کہتے سنا، اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے ۔"[2]

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ؟ قَالَ: نَعَمْ كُنْتُ أَقُولُ: اللَّهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللهِ لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ أَفَلَا قُلْتَ: اللَّهُمَّ {آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ} قَالَ: فَدَعَا اللهَ لَهُ فَشَفَاهُ.

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت کی جو بیماری سے چوزے کی طرح ہو گیا (یعنی بہت ضعیف اور ناتواں ہو گیا تھا) آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تو کچھ دعا کیا کرتا تھا یا اللہ تعالیٰ سے کچھ سوال کیا کرتا تھا؟۔" وہ بولا: ہاں میں یہ کہا کرتا تھا: یا اللہ! جو کچھ تو مجھ کو آخرت میں عذاب دینے والا ہے وہ دنیا ہی میں دے دیں ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! تجھے اتنی طاقت کہاں ہے کہ اللہ کا عذاب اٹھا سکے (دنیا میں) تو نے یہ کیوں نہیں کہا: ﴿اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ یا اللہ! مجھ کو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور مجھ کو بچا لے جہنم کے عذاب سے،

[1]) صحیح بخاری:6389،صحیح مسلم:2690۔

[2])ابو داؤد:1892۔

پھر آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی اللہ عزوجل سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اچھا کر دیا۔"[1]

إن اناسا أتوا أنسِ بنِ مالكٍ قيل له إنَّ إخوانَك أتوكَ من البصرةِ وهو يومئذٍ لتدعُوَ اللهَ لهم قال: "اللهمَّ اغفِرْ لَنَا وَارحَمنَا وَآتِنَا فِي الدُّنيَا حسنةً وَفِي الآخِرةِ حَسنةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. فاستزادوهُ فقال مثلَها فقال: إن أُوتيتُمْ هذا فقد أوتيتم خيرَ الدنيا والآخرةِ۔

کچھ لوگ انس بن مالک کے پاس آئے تو ان سے کہا گیا کہ کچھ بھائی لوگ بصرہ سے آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ تم ان کیلئے دعاء کرد و تو انہوں نے یہ دعاء کی: "اللهمَّ اغفِرْ لَنَا وَارحَمنَا وَآتِنَا فِي الدُّنيَا حسنةً وَفِي الآخِرةِ حَسنةً وَقِنَا عَذَابَ النَّار اے اللہ تو ہم پر رحم کر، ہمیں بخش دے، یا اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچالے. ان لوگوں نے اور زیادہ دعاء کا مطالبہ کیا پھر آپ نے یہی دعاء کی اور کہا جس کو یہ دے دیا گیا تو اسے دنیا وآخرت کی ہر خیر وبھلائی دے دی گئی.[2]

2) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾

جب ان کا جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے دعا مانگی کہ اے پروردگار ہمیں صبر دے، ثابت قدمی دے اور قوم کفار پر ہماری مدد فرما. (سورۃ البقرۃ:250)

اس آیت میں مومنوں کی ایک جماعت (طالوت اور اس کا لشکر) کی دعاء کو بیان کیا گیا ہے جب ان کا مقابلہ اللہ کے دشمنوں (جالوت اور اسکے لشکر) سے ہوا تو مومنوں کی جماعت نے یہ دعاء کی، وہ لوگ اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور ان کی تعداد مومنوں سے بہت زیادہ تھی، اسی لیے مومنوں نے اللہ سے گڑگڑا کر (رو کر) مشرکین کے خلاف جنگ میں مدد کا سوال کیا جیسا کہ اللہ نے ان کے بارے میں خبر دیا۔

﴿وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ﴾ یعنی جب مومنوں کی تھوڑی سی جماعت (طالوت اور اسکے لشکر) کا مقابلہ ان کے دشمن (جالوت اور اسکے لشکر) سے ہوا جو تعداد میں ان سے زیادہ تھے، مومنوں نے دعاء کی۔

﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا﴾ یعنی اے اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر صبر کو انڈیل دے، نازل کر دے۔

﴿وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا﴾ یعنی ہمارے دلوں کو ان سے جہاد کرنے کیلئے مضبوط کر دیں تاکہ ہمارے قدم جمے رہے اور ہم ہارے نہیں. اور قدم یقیناً دلوں کی مضبوطی کی وجہ سے ہی جمے رہتے ہیں.

﴿وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ یعنی اور ہمارے لئے ان کے خلاف مدد کو لکھ دیں.

اور اللہ نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا اور ان کو وہ عطا کیا جو انہوں نے چاہا تھا اسی لئے اللہ نے کہا:

اللہ کا فرمان: ﴿فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ تو انھوں نے اللہ کے حکم سے انھیں شکست دی۔

---

[1] صحیح مسلم:2688۔

[2] الأدب المفرد:633۔

اور مومنوں کو اللہ کی قوت وطاقت اور مدد کے ذریعے غلبہ حاصل ہوا نہ کے ان کی خود کی قوت وطاقت کی وجہ سے:

اللہ کا فرمان: ﴿ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴾

اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے، جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (سورۃ آل عمران: 126)

یہ دعاء اس قسم کے سخت اور مصیبت کے موقع پر اللہ سے مکمل مدد طلب کرنے اور اس کی طرف مکمل پناہ لینے پر مشتمل ہے.

اور حدیث میں آیا ہیکہ بیشک اللہ کے رسول ﷺ جب دشمن سے ملاقات کرتے تو یہ دعاء کرتے تھے: "أَللّٰهُمَّ بِكَ أَحُولُ وَبِكَ أَصُولُ وَبِكَ أُقَاتِلُ".

اے اللہ! میں تیری ہی مدد سے میں حملہ کرتا ہوں، اور تیری ہی مدد سے میں قتال کرتا ہوں۔"[1]

معاملے کو اللہ کے حوالے کر کے اس پر بھروسہ کرنا، اس لیے کہ اسی کے ہاتھ میں تمام معاملات کی باگ ڈور ہے.

[1] مسند احمد: 6/ 16۔

## سورۃ بقرۃ کے اخیر میں مومن کی دعاء (۲)

3) رسول اکرم ﷺ اور اہلِ ایمان کی دعاؤں میں سے ایک دعاء جسے اللہ رب العالمین نے سورہ بقرۃ کے اخیر میں ذکر کیا ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ [285] لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴾

رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے، [285] اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما! اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر! تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔ (سورہ البقرہ: 285-286)

یہ عظیم دعاء جس کے ذریعے اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ اور آپ کی امت کے مومنین کے بارے میں خبر دیا اور اس دعاء کے ذریعے ان کی تعریف بیان کی ہے جس میں انھوں نے دین اور آخرت کی بھلائیوں کا سوال کیا ہے۔

﴿ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ ﴾ اس میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور وہ یہ ہیکہ اللہ رب العالمین آپ کے بارے میں ایمان کی گواہی دیتا ہیکہ آپ ان تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہے جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف نازل کی گئی ہے۔ اس نے آپ کو نبوت ورسالت کے اجر وثواب کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کا مکمل اجر وثواب عطا کیا ہے اسلئے کہ آپ ایمان لانے میں مومنوں کے ساتھ شریک ہے اور آپ کو ان سے بلند رسالت اور نبوت کا ایک عظیم مرتبہ بھی ملا جو آپ کو ان سے ایک امتیازی خصوصیت ادا کرتا ہے۔

﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ ﴾ اس کو رسول کے بعد ذکر کیا گیا جس کا معنی ہیکہ اللہ نے مومنوں کے بارے میں بھی گواہی دی ہیکہ وہ ان تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہیں جس پر ان کے رسول ﷺ ایمان رکھتے ہے۔

﴿ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ ﴾ ان (مومنوں) کیلئے گواہی دی گئی ہیکہ وہ ایمان کے پانچوں ارکان پر ایمان رکھتے ہیں جس پر ایمان لائے بغیر کوئی مومن نہیں ہوتا اور وہ یہ ہے۔

اللہ پر ایمان، اسکے فرشتوں، اسکی کتابوں، اسکے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنا.

﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ﴾ اہل ایمان کے بارے میں بیان کیا گیا ہیکہ وہ یہ کہتے ہیں، یعنی وہ اللہ کے رسولوں میں سے کسے کے درمیان فرق نہیں کرتے اس طور سے کہ وہ بعض پر ایمان رکھتے اور بعض رسولوں کا انکار کرتے ہیں بلکہ وہ تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اگر چہ بعض رسول بعض کی شریعت کو اللہ کے حکم سے منسوخ کر دیتے ہیں حتی کہ محمد ﷺ خاتم الأنبیاء والمرسلین کی شریعت کے ذریعے سے پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا گیا جو قیامت تک قائم و دائم رہے گی، اور اس امت کا ایک گروہ (جماعت) قیامت تک ہمیشہ حق پر رہے گی اور اس ایمان سے وہ تمام کافر اور جھوٹے گروہ اور جماعت الگ ہو گئے جو بعض رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض رسولوں کا انکار کرتے ہیں جھٹلاتے ہیں، ایک نبی کا انکار کرنا تمام نبیوں کا انکار کرنا ہے.

اس میں ایمان کے دو اہم رکن کا اقرار ہے کہ جس کے بغیر ایمان قائم و باقی نہیں رہتا:

﴿السَّمْعُ﴾ جو قبول اور تسلیم کو شامل ہے.

﴿الطَّاعَةُ﴾ جو انقیاد، اطاعت و فرمانبر داری پر مشتمل ہے.

﴿وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾ یعنی اے ہمارے رب ہم نے تیری باتوں کو سنا اسے سمجھا اور ہم نے اسی کے مطابق عمل کیا.

﴿غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ اہل ایمان جانتے ہیکہ حقیقی ایمان کے مقام ومرتبہ کو اطاعت و فرمانبر داری کے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی وجہ سے ایمان کے واجبات کو ادا کرنے میں کمی واقع ہوتی ہے اسی لیے انہوں نے اللہ سے مغفرت کا سوال کیا پھر انہوں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا کہ ان کا ٹھکانہ اور ان کا لوٹنا ان کے حقیقی مولیٰ ہی کی طرف ہے.

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ یعنی اللہ رب العالمین کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا بلکہ اللہ نے اپنے بندوں کو جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا اور جن سے منع کیا ہے وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں اور اس پر وہ قادر بھی ہیں اور یہ اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ شفقت وہمدردی اور نرمی و اِحسان کرنا ہے.

﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ ہر نفس کیلئے وہی ہے جو اس نے خیر و بھلائی کی اور ہر برائی کا وبال بھی اسی پر ہے جو اس نے کی.

اس میں اس بات کا بیان ہیکہ خیر و بھلائی کا فائدہ اور برائی کا نقصان سب بندے کی طرف ہی لوٹ کر آتا ہے اللہ بلند و بالا ہے اس بات سے کہ بندوں کی خیر و بھلائی سے اس کو کوئی فائدہ پہنچے اور ان کی برائیوں سے اس کو کوئی نقصان پہنچے. جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي، وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي

اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھ کو فائدہ پہنچا سکتے ہو۔[1]

بلکہ ہر خیر و بھلائی کا فائدہ ان ہی کیلئے ہے اور ہر برائی کا نقصان بھی ان کی طرف ہی لوٹ کر آنے والا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: 2577۔

اللہ کا فرمان:﴿مَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾
جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی جان کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی.(سورہ بنی اسرائیل:15)

اللہ انہیں اسی بات کا حکم دیتا ہے جس کی انھیں ضرورت ہوتی ہے ان پر رحم و احسان اور کرم کرتے ہوئے اور اگر ان کو کسی چیز سے منع بھی کرتا ہے تو ان کی حفاظت اور عافیت کی خاطر منع کرتا ہے

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ اللہ رب العالمین کی طرف سے مومنوں کیلئے اس دعاء کی رہنمائی کی گئی ہے یہ اس وجہ سے کہ بندوں کو جس عہد و پیمان اور احکامات کی فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے اس کی رعایت کرنا اور اسکی حفاظت کرنا اور اس میں کسی بھی قسم کی کمی نہ کرنا واجب ہے،لیکن کبھی کبھی انسانی تقاضوں کے تحت کبھی کبھی انسان سے بھول چوک، غلطی اور کمی واقع ہو جاتی ہے،اور اس دعاء میں مومنوں کا اپنے رب سے سوال کرنا کہ وہ ان کو ان کی غلطیوں اور بھول چوک پر معاف کر دے اور اس پر ان کا مؤاخذہ نہ کرے.

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ نے میری امت سے بھول چوک اور زبردستی کرائے گئے کام معاف کر دیئے ہیں۔"[1]

یہ اللہ کی طرف سے انتہائی عظیم احسان ہے اپنے بندوں پر کہ اس نے انہیں معاف کر دیا ہے ان باتوں کو جو ان سے غلطی، بھول اور زبردستی کرنے پر مجبور کیا جائے،پس اس احسان اور فضل و کرم پر اللہ کی تعریف اور اس کا شکر ہے.

[1] ابن ماجہ:2045۔

## سورۃ البقرۃ کے اخیر میں مومن کی دعاء(۳)

﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ﴾ یعنی اے اللہ ہمیں ان اعمال کا مکلف مت بنا جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے جیسا کہ تو نے ہم سے پہلے کی شریعت پر عمل کرنے والوں کو مکلف بنایا تھا اور یہ اللہ رب العالمین سے اوامر اور منہیات میں تخفیف کا سوال کرنا ہے،اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی مقصد کی خاطر بھیجا گیا،

اللہ کا فرمان:﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾

وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔(سورۃ الأعراف:157)

قَالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ:إِنِّي أُرسلتُ بحَنيفيَّةٍ سَمحةٍ"۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ:میں شرک سے پاک،آسان اور سہل شریعت کے ذریعے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔[1]

﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ﴾ اس میں قضاء وقدر میں تخفیف کا سوال کیا گیا ہے یعنی ہم کو ایسی مصیبت و پریشانی میں مبتلا نہ کرنا جسے برداشت کرنے کی طاقت ہمیں نہ ہو بیشک انہوں نے معلوم ہیکہ احکامات کی فرمانبرداری اور منع کردہ چیزوں سے اپنے آپ کو روکے رکھنے کے بغیر کامیابی ممکن نہیں تو انہوں نے قضاء وقدر میں تخفیف کا سوال کیا جس طرح اوامر اور نواہی میں تخفیف کا سوال کیا.

﴿وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا﴾ یعنی تو ہمیں معاف کردے جو ہم نے تیرے حقوق کو ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے اور ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دے جو ہمارے اور تیرے بندوں کے درمیان ہے اور ہماری برائیوں اور برے اعمال کو ان کے سامنے ظاہر مت کر،اور مستقبل میں(آگے) ہم پر رحم و کرم کر تا کہ ہم دوسرے گناہ میں واقع نہ ہو.

اسی لیے کہا جاتا ہیکہ:گناہگار تین چیزوں کا محتاج(ضرورتمند) ہوتا ہے:اللہ اپنے درمیان اور اسکے درمیان جو کچھ بھی ہے اسے معاف کردے،اور اس کو اپنے بندوں سے چھپائے رکھے اور اس کی وجہ سے اسے بندوں کے درمیان ذلیل ورسواء نہ کرے،اور وہ اس کی حفاظت کرے کہ وہ دوبارہ اس طرح کے گناہ میں واقع نہ ہو.

یہ دعاء ان ہی تین باتوں پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں:عفو ودرگذر،مغفرت،اور رحم وکرم اور اسی پر بندے کی سعادت اور کامیابی کا دارومدار ہے۔

[1] مسند احمد:6/116۔

عفو میں اللہ کے حقوق میں کمی کرنے کی وجہ سے اللہ کی معافی اور درگذر کرنے پر مشتمل ہے۔

مغفرت میں بندوں کو ان کے گناہوں کے شر سے بچانا اور اس کا ان سے راضی ہونے پر مشتمل ہے۔

رحمت دونوں باتوں کو شامل ہے اور ساتھ ہی میں اللہ کا احسان ونرمی کرنے کا بھی بیان ہے، یہ تین چیزیں برائی سے نجات اور بھلائی کے ذریعے کامیاب ہونے کو شامل ہے۔

﴿أَنْتَ مَوْلَانَا﴾ یعنی تو ہی ہمارا ولی اور مددگار ہے، ہم تجھ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں تیرے علاوہ ہمارا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اس میں ان کا اس بات کا اعتراف کرنے کے ذریعے توسل لگایا گیا ہیکہ وہی ان کا حقیقی مددگار ہے، وہی ان کو ھدایت دینے والا، ان کی دعاؤں کو قبول کرنے والا اور وہی ان کا معبود ہے۔

﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ اس میں دشمنوں کے خلاف مدد کی دعاء کی گئ ہے کہ وہ ان کو دشمنوں پر غالب کردے اور ان کے دلوں کے غصے کو ختم کردے، اسی طرح سے اس میں اپنے رب کی عبادت کا اعلان، اس کے دین کا اظہار اور اس کے کلمے کا بلند ہونے کا بیان ہے۔

سورۃ بقرۃ کے اخیر کی دو آیات میں جو دعائیہ کلمات ہیں وہ انتہائی عظیم ہے جسے اللہ رب العالمین نے صرف اپنے نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کو عطا کیا۔ جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى، وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا، وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا، قَالَ: { إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى } قَالَ: فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا: أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوا تو آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور وہ چھٹے آسمان میں ہے، زمین سے جو چڑھتا ہے وہ یہیں آ کر ٹھہر جاتا ہے، پھر لے لیا جاتا ہے اور جو اوپر سے اترتا ہے وہ بھی یہیں ٹھہر جاتا ہے، پھر لے لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى﴾ جب (سدرۃ المنتہیٰ) کو ڈھانپی تھیں وہ چیزیں جو ڈھانپتی تھیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یعنی پتنگے سونے کے، پھر رسول اللہ ﷺ کو وہاں تین چیزیں دی گئیں ایک تو پانچ نمازیں، دوسری سورہ بقرہ کی اخیر آیتیں، تیسرے اللہ نے بخش دیا آپ ﷺ کی امت میں سے اس شخص کو جو شرک نہ کرے اللہ کے ساتھ۔ باقی تمام تباہ کرنے والے گناہوں کو۔[1]

عن أبي ذر الغفاري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أُعْطِيتُ خَوَاتِيمَ سورةِ البَقَرةِ من بيتِ

[1] صحیح مسلم:173۔

كَنزٍ من تحتِ العَرشِ، لم يُعطهُنَّ نبيٌّ قبلي".

ابو ذر غفاری روایت کرتے ہیکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مجھے عرش کے نیچے ایک گھر کے خزانے میں سے سورہ بقرۃ کی اخیر کی آیات دی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔[1]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَيْنَمَا جِبْرِيلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ. فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ: هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَسَلَّمَ وَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک دن جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آواز بڑے زور کی سنی دروازہ کھلنے کی اور اپنا سر اٹھایا۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ ایک دروازہ ہے آسمان کا کہ آج کھلا ہے اور کبھی نہیں کھلا تھا مگر آج کے دن پھر اس سے ایک فرشتہ اترا۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ فرشتہ جو زمین پر اترا ہے کبھی نہیں اترا سوائے آج کے۔ اور اس نے سلام کیا اور کہا خوشخبری ہو آپ ﷺ کو دونوروں کی کہ آپ ﷺ کو عنایت ہوئے ہیں اور نبیوں میں سے کسی نبی کو نہیں ملے، سوائے آپ ﷺ کے، ایک سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرے سورۂ بقرہ کا خاتمہ۔ کوئی حرف اس میں سے تم نہ پڑھوگے کہ اس کی مانگی ہوئی چیز تمہیں نہ ملے۔[2]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ {وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ} قَالَ: دَخَلَ قُلُوبَهُمْ مِنْهَا شَيْءٌ، لَمْ يَدْخُلْ قُلُوبَهُمْ مِنْ شَيْءٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُولُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا. قَالَ: فَأَلْقَى اللهُ الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِهِمْ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: {لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا} قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ {رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا} قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ {وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا} قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جب یہ آیت اتری: ﴿وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ﴾ تو لوگوں کے دلوں میں وہ بات سما گئی جو کسی چیز سے نہ سمائی تھی (یعنی بہت ڈر پیدا ہوا) تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کہو ﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا﴾ ہم نے سنا اور مان لیا اور اطاعت کی۔" پھر اللہ نے ایمان ان کے دلوں میں ڈال دیا اور اتارا اس آیت کو: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ یعنی "اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر اس کی طاقت کے موافق جو وہ کرے گا اپنے لیے نیک کام اس کا ثواب اسی کو ہے اور جو گناہ کرے گا اس کا پاپ اسی پر ہوگا۔ اے ہمارے مالک! مت پکڑ ہم کو بھول چوک میں۔" مالک نے فرمایا: میں ایسا ہی کروں گا۔

﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا﴾ اے ہمارے مالک! مت لاد ہم پر بوجھ جیسے تو نے لادا

---

[1] مسند احمد: 5/151۔

[2] صحیح مسلم: 806۔

تھا اگلوں پر۔" مالک نے فرمایا: ایسا ہی کروں گا ﴿وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا﴾ اور بخش دے ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہمارا مالک ہے۔"، مالک نے فرمایا: میں ایسا ہی کیا۔[1]

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ قَرَأَ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ.

ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۃ البقرہ کی دو آیتیں (امن الرسول سے آخر تک) ایسی ہیں کہ جو شخص رات میں انہیں پڑھ لے وہ اس کے لیے کافی ہو جاتی ہیں۔[2]

یہ بعض احادیث جو ان دونوں آیات کی اہمیت و فضیلت اور ان کی عظمت کو بیان کرتی ہیں جس کے ذریعے اللہ رب العالمین نے امتِ محمدیہ پر احسان و کرم کیا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم:125-126۔
[2] صحیح بخاری:4008،صحیح مسلم:807۔

## مومنوں کی دعائیں (۴)

4) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ [7] رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ [8] رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾

اور پختہ ومضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں۔ [7] اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے [8] اے ہمارے رب! تو یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (سورۃ آل عمران: 8-9)

اس آیت میں اللہ رب العزت نے پختہ اور مضبوط علم رکھنے والوں کے بارے میں خبر دی ہیکہ وہ اپنے رب سے دعاء کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

امام طبری کہتے ہیکہ: یہی وجہ ہے ہیکہ اللہ تعالیٰ نے علم میں مضبوطی رکھنے والوں کی تعریف کی ہے جو یہ کہتے ہیکہ ہم محکم (واضح مضبوط آیات) اور متشابہ (وہ آیات جس کے کئی معنی ومفہوم ہو) تمام آیات پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ سب ہمارے رب کی جانب سے نازل ہوئی ہے۔

اور وہ یہ بھی کہتے ہیکہ: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا﴾

یعنی اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا مت کر ان لوگوں کی طرح جن کے دل ٹیڑھے ہو چکے ہیں جو متشابہ آیات کے پیچھے لگے رہتے ہیں، اس کی غلط تفسیر اور غلط معنی ومفہوم بیان کر کے فتنہ پھیلاتے ہیں حالانکہ ان آیات کی صحیح تفسیر اور صحیح معنی ومفہوم اللہ رب العالمین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا﴾ یعنی ہمارے دلوں کو تیری صحیح ہدایت کے بعد مت پھیر۔

﴿بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾ یعنی ہم کو تیری کتاب کی تمام آیات چاہے محکم ہو یا متشابہ پر ایمان رکھنے کی توفیق دینے کے بعد ہمیں ہدایت سے مت پھیر۔

﴿وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً﴾ یعنی ہمیں تیرے پاس سے رحمت، توفیق اور ثابت قدمی عطا کر کہ ہم تیری کتاب کی تمام آیات چاہے محکم ہو یا متشابہ پر ایمان رکھیں۔

﴿إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ یعنی بیشک تو ہی اپنے بندوں کو ہدایت، توفیق، تیرے دین پر ثابت قدمی، اور تیرے رسولوں اور کتابوں کی

تصدیق کرنے اور اس پر ایمان رکھنے کی توفیق عطا کرتا ہے.[1] یہ انتہائی عظیم اور مبارک دعاء ہے۔

ایک حدیث میں بیان ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیکہ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ. قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا لِأَكْثَرِ دُعَائِكَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ؟ قَالَ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ، إِنَّهُ لَيْسَ آدَمِيٌّ إِلَّا وَقَلْبُهُ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللهِ، فَمَنْ شَاءَ أَقَامَ، وَمَنْ أَشَاءَ أَزَاغَ". فَتَلَا مُعَاذٌ: {رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا}

ام المؤمنین! ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیکہ: اللہ رسول اللہ ﷺ کی زیادہ تر دعا یہ ہوتی تھی؟: ﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ﴾ انہوں نے کہا: آپ زیادہ تر: ﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ﴾ اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جما دے"، پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جس کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے اس کی دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو، تو اللہ جسے چاہتا ہے (دین حق پر) قائم وثابت قدم رکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کا دل ٹیڑھا کر دیتا ہے پھر (راوی حدیث) معاذ نے یہ آیت پڑھی: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہدایت دے دینے کے بعد ہمارے دلوں میں کجی (گمراہی) نہ پیدا کر۔"[2]

ہم اللہ سے سوال کرتے ہیکہ وہ ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد تیڑھا مت کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے.

عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ.

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آدمیوں کے دل پروردگار کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں جیسے ایک دل ہوتا ہے، پروردگار ان کو پھیرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ﴾ یا اللہ! دلوں کے پھرانے والے ہمارے دلوں کو پھیر دے اپنی اطاعت پر۔"[3]

﴿رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾

امام طبری کہتے ہیکہ: بیشک اس کلام کا معنی یہ ہیکہ: مضبوط علم والے یہ دعاء بھی کرتے ہیکہ: اے ہمارے رب تو لوگوں کو قیامت کے دن کیلئے جمع کرنے والا ہے پس تو اس دن ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دینا اور ہمیں معاف کرے بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا جو تجھ پر ایمان

---

[1] تفسیر طبری: 5/227-228۔
[2] ترمذی: 3522، مسند احمد: 6/301۔
[3] صحیح مسلم: 2654۔

رکھتے ہیں، تیرے رسول کی پیروی کرتے ہیں، تیرے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں، بیشک تو اس دن اس کو (گناہ کو) چھپانے والا ہے۔[۱]
یقیناً اس میں ایک قوم نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ ان کو ثابت قدم رکھے جو اللہ اور اسکے رسول اور اسکی کتابوں پر مکمل ایمان رکھتے ہیں، وہ سوال کرتے ہیکہ اللہ انہیں اسے اچھے اعمال اور ایمان پر وفات دے اس لیے کہ اللہ نے اپنے بندوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے جو اچھے اَعمال پر وفات پاتے ہیں.

اس میں مضبوط علم والوں کے بلند مقام ومرتبہ، ان کے مکمل دین پر عمل کرنے اور انکی اچھی عبادت کا بیان ہے، وہ اپنے رب کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس سے اسلام پر ثابت قدم رہنے کا سوال کرتے ہیں.

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: اللہ رب العالمین نے مضبوط علم رکھنے والوں کی سات صفات بیان کی ہیں اور یہی بندے کی سعادت وکامیابی کی بنیاد ہیں.

1) علم ہی وہ چیز ہے جو اللہ کی طرف پہنچانے والا اور اس کی شریعت اور احکامات کو واضح بیان کرتا ہے.

2) علم میں مضبوطی اور پختگی، علم حاصل کرنے کے بعد اس میں پختگی اور مضبوطی لانا اسلئے کہ جو علم میں مضبوط ہوتا ہے وہ معلومات کو بہت تحقیق اور باریکی کے ساتھ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے علم کی باریکیوں کو بتاتا ہے، وہ شریعت کے اسرار ورموز کو بہت اچھی طرح جانتا ہے اور اسی کے مطابق عمل کرتا ہے.

3) ان کی صفت یہ ہیکہ وہ مکمل کتاب پر ایمان رکھتے ہیں متشابہ آیات کو محکم کی طرف لوٹاتے ہیں اور کہتے ہیکہ یہ سب ان کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے.

4) وہ اللہ سے خیر وعافیت کا سوال کرتے ہیں ان لوگوں سے جو گمراہ ہوگئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے.

5) وہ اللہ کے احسان کا اعتراف کرتے ہیکہ اللہ نے انہیں صحیح ہدایت عطا کی.

6) وہ کی اللہ کی رحمت کا سوال کرتے جو ہر خیر وبھلائی کے حاصل ہونے اور ہر برائی کو دور کرنے کا ذریعہ ہے اور انہوں نے اللہ کے نام الوھاب کا وسیلہ لگایا.

7) اللہ نے ان کے بارے میں خبر دی کہ وہ قیامت کے دن پر ایمان ویقین رکھتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہوئے نیک اعمال کرتے ہیں[۲]
یہ ان کی صفات اور اخلاق ہیں پس جو ہدایت کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ان صفات اور اخلاق کو اپنائے اور اس عظیم دعاء کا اہتمام کرے.

---

[۱]) تفسیر طبری: 5/ 233-234۔
[۲]) تفسیر ابن سعدی: ص: 127۔

# مومنوں کی دعائیں (۵)

5) مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے جو کہ یہ ہے:

اللہ کا فرمان:﴿ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾(سورۃ آل عمران:16)

جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لے آئے، سوہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کی صفات بیان کرتا ہے جس سے اس نے بہت زیادہ اجر وثواب کا وعدہ کیا ہے،

﴿ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا ﴾ یعنی ہم تجھ پر، تیری کتاب اور تیرے رسول پر ایمان رکھتے ہیں،

﴿ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا ﴾ پس تو ہمارا تجھ پر، تیری شریعت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے ہمارے گناہوں کو بخش دیں اور اپنی رحمت اور فضل سے ہمیں معاف کر دیں جو ہم نے تیرے احکامات میں کمی کی ہیں۔

﴿ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔[1]

اس آیت میں اللہ کی طرف ایمان اور نیک اعمال کا وسیلہ لگا کر دعاء کرنے کی مشروعیت کی دلیل ہے اور یہ دعاء کے قبول ہونے کیلئے انتہائی عظیم وسیلہ ہے۔

قاسمی نے اپنی تفسیر میں امام حاکم سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیکہ: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہیکہ دعاء کرنے والے کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے نیک اعمال کو یاد کرے پھر اس کے ذریعے دعاء کریں۔[2]

قاسمی کہتے ہیکہ: اس کی تائید غار والے ان تین اشخاص سے بھی ہوتی ہیں جنہوں نے مصیبت کے وقت اپنے نیک اعمال کا وسیلہ لگا یا پھر اللہ نے ان کی مصیبت و پریشانی کو دور کر دیا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَرَجَ ثَلَاثَةٌ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ، فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ، قَالَ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: ادْعُوا اللهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ. فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى، ثُمَّ أَجِيءُ فَأَحْلُبُ فَأَجِيءُ بِالْحِلَابِ، فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ، ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِي وَامْرَأَتِي، فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً، فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ، قَالَ: فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمَا، حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، قَالَ: فَفَرَجَ عَنْهُمْ. وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ، فَقَالَتْ: لَا تَنَالُ ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِينَارٍ، فَسَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 2/17۔

[2] تفسیر القاسمی: 4/807-808۔

رِجْلَيْهَا قَالَتِ: اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، قَالَ: فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ. وَقَالَ الآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقٍ مِنْ ذُرَةٍ فَأَعْطَيْتُهُ، وَأَبَى ذَاكَ أَنْ يَأْخُذَ، فَعَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ، حَتَّى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ أَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: انْطَلِقْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا فَإِنَّهَا لَكَ، فَقَالَ: أَتَسْتَهْزِئُ بِي؟ قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ وَلَكِنَّهَا لَكَ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا، فَكُشِفَ عَنْهُمْ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہیکہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین شخص کہیں باہر جارہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لی۔اتفاق سے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے لڑھکی (اور اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پناہ لیے ہوئے تھے) اب ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کبھی کیا ہو، نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی: "اے اللہ! میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے۔میں باہر لے جا کر اپنے مویشی چراتا تھا۔پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا۔جب میرے والدین پی چکتے تو پھر بچوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا۔اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہوگئی اور جب میں گھر لوٹا تو والدین سو چکے تھے۔اس نے کہا کہ پھر میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے۔میں برابر دودھ کا پیالہ لیے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔اے اللہ! اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا، تو ہمارے لیے اس چٹان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو بنا دے کہ ہم آسمان کو تو دیکھ سکیں۔" نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔چنانچہ وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔

دوسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی ایک لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی ایک مرد کو کسی عورت سے ہو سکتی ہے۔اس لڑکی نے کہا تم مجھ سے اپنی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتے جب تک مجھے سو اشرفی نہ دے دو۔میں نے ان کے حاصل کرنے کی کوشش کی، اور آخر اتنی اشرفی جمع کر لی۔پھر جب میں اس کی دونوں رانوں کے درمیان بیٹھا۔تو وہ بولی، اللہ سے ڈر، اور مہر کو ناجائز طریقے پر نہ توڑ۔اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔اب اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ عمل تیری ہی رضا کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے (نکلنے کا) راستہ بنا دے" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چنانچہ وہ پتھر دو تہائی ہٹ گیا۔

تیسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام کرایا تھا۔جب میں نے اس کی مزدوری اسے دے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔میں نے اس جوار کو لے کر بو دیا (کھیتی جب کٹی تو اس میں اتنی جوار پیدا ہوئی کہ) اس سے میں نے ایک بیل اور ایک چرواہا خرید لیا۔کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آ کر مزدوری مانگی کہ اللہ کے بندے مجھے میرا حق دیدے۔میں نے کہا کہ اس بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جاؤ کہ یہ تمہارے ہی ملک ہیں۔اس نے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو۔میں نے کہا" میں مذاق نہیں کرتا" واقعی یہ تمہارے ہی ہیں۔تو اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو

یہاں ہمارے لیے (اس چٹان کو ہٹا کر) راستہ بنا دے۔ چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا اور وہ تینوں شخص باہر آ گئے۔ [1]

6) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب، اللہ اور اسکے دین کے مددگار لوگوں کی دعاء:

اللہ کا فرمان: ﴿فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ [52] رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾

مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کا کفر محسوس کر لیا تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہے کہ ہم تابعدار ہیں [52] اے ہمارے پالنے والے معبود! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی، پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے۔ (سورة آل عمران:52-53)

اس میں اللہ کی طرف سے حواریوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے جب انہوں نے اللہ رب العالمین سے دعاء کی: ﴿رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾

حواریوں سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کے حواری جو آپ کے مددگار اور منتخب لوگ تھے، جو آپ کی تصدیق کرنے اور آپ کی مدد کرنے میں انتہائی مخلص اور سچے لوگ تھے۔

اللہ نے ان کی دعاء کا ذکر کیا ان کی تعریف کرتے ہوئے اور اس کی عظیم شان کو بیان کرتے ہوئے۔

﴿رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ﴾ یعنی اے ہمارے رب ہم نے تیری کتاب (انجیل) کی تصدیق کی اور ہم نے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ برحق کتاب ہے جو اللہ رب العالمین کی طرف سے اتاری گئی ہے جو حق بات کو بیان کرنے اور لوگوں کی ھدایت و رہنمائی پر مشتمل ہے، اور ہم نے تیرے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی اور ہم تیرے دین پر اس کے پیروکار بن گئے اور حق پر اس کے مددگار بن گئے ان لوگوں نے اپنی دعاؤں میں پہلے ان باتوں کو ذکر کر کے اس کے ذریعے اپنے رب کی طرف وسیلہ لگایا تا کہ ان کی دعاء قبول ہو جائے اور ان کی امیدیں بھی پوری ہو جائے۔

﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾ اور یہی ان کی امید اور مطلوبہ چیز تھی یعنی ہمارا نام ان لوگوں کے ساتھ لکھ دے جنہوں نے حق کی گواہی دی، تیری توحید کا اقرار کیا، تیرے رسولوں کی تصدیق کی، تیرے احکامات کی پیروی کی پس تو ہمارا شمار ان لوگوں میں کر دے اور ہمارے ساتھ بھی وہی کرم فرمائیاں کر جو تو نے ان کے ساتھ کی، اور ہمیں ان لوگوں کی طرح مت بنا جنہوں نے کفر کیا، تیرے راستے سے روکا اور تیرے احکامات کی خلاف ورزی کی۔ [2]

اللہ رب العزت نے ان کے بارے میں ذکر کیا تا کہ مومنین ان کو اسوہ و نمونہ بنائے اور ان کے طریقے کی پیروی کرے۔

امام طبری کہتے ہیکہ: اللہ رب العالمین اپنے بندوں کو ان لوگوں کے راستے کی پہچان کراتا ہے جن کے کاموں اور باتوں سے وہ راضی اور

---

[1] صحیح بخاری:2215، صحیح مسلم:2743۔

[2] تفسیر طبری:5/445۔

خوش ہوتا ہے تاکہ وہ ان کا راستہ اختیار کرے،ان کے منہج کی پیروی کرے اور وہ لوگ اس مقام ومرتبہ کو پہنچ جائے جس پر ان سے پہلے کے لوگ پہنچے تھے۔[1]

7) مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء:

اللہ کا فرمان:﴿ وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ [146] وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ [147] فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴾

بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر، بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں، انہیں بھی اللہ کی راہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو انہوں نے ہمت ہاری نہ سست رہے اور نہ دبے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو (ہی) چاہتا ہے [146] وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے [147] اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔(سورۃ آل عمران:146-148)

ان آیات میں سابقہ انبیاء کے پیروکاروں کی تعریف بیان کی گئی ہے جو سچے اور صبر کرنے والے تھے، جو بہت زیادہ طاقتور، بہادر اور اللہ کے راستے میں آنے والی مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنے والے تھے، نہ ان کے دلوں میں کمزوری تھی اور نہ ہی ان کے بدن میں اور نہ ہی وہ اپنے دشمنوں سے دبنے والے تھے بلکہ انہوں نے صبر کیا اور ثابت قدم رہے۔

اور یہ وہی مومنین تھے کہ جب ان کا سخت قسم کی مصیبتوں سے سامنا ہوا تو انہوں نے اپنے رب کی طرف پناہ لی اور اس کے سامنے جھک کر دعاء کیں:﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴾

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا ﴾ یعنی امام طبری کہتے ہیکہ: ہمارے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو بخش دے اور جو ہم نے حد سے تجاوز کیا پس ہم نے بڑے گناہ کا ارتکاب کر لیا یعنی ہمارے چھوٹے بڑے تمام گناہ معاف کردے۔[2]

﴿ وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا ﴾ یعنی ہمارے دلوں کو ان سے جہاد کرنے کیلئے مضبوط کر دے تاکہ ہمارے قدم جمے رہے اور ہم ہارے نہیں۔ اور قدم دلوں کی مضبوطی کی وجہ سے ہی جمے رہتے ہیں۔

﴿ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴾ یعنی اور ہماری ان کے خلاف مدد کر۔

حاصل کلام: مومنوں نے اس دعاء میں صبر، توبہ واستغفار، کمزوری کو چھوڑنا اور دشمنوں سے نہ دبنا اور اپنے رب سے مدد طلب کرنا ان تمام باتوں کو جمع کر دیا ہے پس اللہ نے ان کی دعاؤں کو قبول کر لیا اور دنیا و آخرت میں ان کیلئے بہترین انجام اور بدلہ تیار کر رکھا ہے اسی لئے اللہ

---

[1] تفسیر طبری:5/445۔

[2] تفسیر طبری:6/120۔

نے کہا:﴿فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا ﴾یعنی دنیا میں مدد، کامیابی اور شہروں میں رعب و دبدبہ۔

﴿وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ﴾ اور آخرت میں ہمیشہ کی جنت اور کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتیں۔

اور یہی ہر اس شخص کا بدلہ ہے جو اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرتا ہے اور مخلوقات کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتا ہے.

اسی لئے اللہ تعالی نے کہا:﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

## مومنوں کی دعائیں (۶)

8) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء جسے اللہ نے اپنے عقلمند بندوں کے بارے میں ذکر کیا ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ[190] الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[191] رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ[192] رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ[193] رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں[190] جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمانوں وزمین کی پیدائش میں غوروفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے[191] اے ہمارے پالنے والے! تو جسے جہنم میں ڈالے یقیناً تو نے اسے رسوا کیا، اور ظالموں کا مددگار کوئی نہیں[192] اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا باآواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لائے۔ یاالٰہی اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کردے اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر[193] اے ہمارے پالنے والے معبود! ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (سورۃ آل عمران: 190-194)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عقلمند بندوں کی صفات بیان کی ہے، جو ذہین اور مکمل عقل والے ہیں، جو چیزوں کی حقیقت کا علم رکھتے ہیں وہ ان گونگے اور بہروں کی طرح نہیں ہے جو عقل اور سمجھ بوجھ نہیں رکھتے، جن کے بارے میں اللہ نے کہا: ﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ[105] وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾

آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ جن سے یہ منہ موڑے گزر جاتے ہیں[105] اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔ (سورۃ یوسف: 105-106)

اسی لیے اللہ نے عقلمند بندوں کی تعریف کی ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کی واضح آیات میں غوروفکر کرتے ہیں یعنی اسکے بلند اور کشادہ ہونے میں اور زمین کے بچھے ہوئے ہونے میں اور جو وہ ان دونوں میں عجائبات دیکھتے ہیں جو خالق جل وعلا کی عظمت وجلال اور کمال قدرت پر دلالت کرتے ہیں، اسی طرح رات ودن کے اختلاف میں غوروفکر کرتے ہیں یعنی ان دونوں کا ایک کے بعد دوسرے کا آنا، ان کا لمبا اور چھوٹا ہونا انتہائی عظیم نشانی ہے اور ان آیات سے عقلمند ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اسی لیے وہ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ﴾ یعنی وہ کسی بھی حالت میں اس کا ذکر کرنا نہیں چھوڑتے اٹھتے، بیٹھتے،

چلتے، پھرتے، سوتے، جاگتے ہر حالت میں۔

﴿وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ یعنی زمین وآسمان میں جوحکمتیں موجود ہیں اس کو سمجھتے ہیں جو خالق کی عظمت، قدرت، کمال علم، اسکے قدرت واختیار اور اسکی رحمت پر دلالت کرتے ہیں۔

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا﴾ یعنی تو نے اس کائنات کو یوں ہی بے کار، حکمت اور مصلحت سے خالی پیدا نہیں کیا بلکہ تو نے اسے ایک منظم نظام کے تحت، حکمت سے پُر اور عظیم مصلحت کی خاطر پیدا کیا، تیری عبادت کو انجام دینے اور تیری حکمتوں کے آگے جھکنے کیلئے تاکہ تو برے لوگوں کو ان کی برائی اور نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دیں۔

پھر انھوں نے اللہ کی پاکی بیان کی: ﴿سُبْحَانَكَ﴾ یعنی اے اللہ تو پاک ہے عظیم ہے اس بات سے کہ تو نے کوئی بھی چیز بے کار اور بے فائدہ پیدا کیا بلکہ تیرا ہر کام اور ہر چیز کو پیدا کرنا برحق، فائدہ مند، حق کے لئے اور حق پر مشتمل ہے۔

پھر انہوں نے اپنے رب سے ڈرتے ہوئے دعاء کی: ﴿فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ یعنی اے وہ ذات جس نے ہر چیز کو حق کے ساتھ، عدل وانصاف اور حکمت کے مطابق پیدا کیا، اے وہ ذات جو ہر قسم کے عیب اور کمی سے اور بے فائدہ کام کرنے سے پاک ہے ہمیں اپنی رحمت اور قوت سے جہنم کے عذاب سے نجات دیں۔

اس کے بعد انہوں نے اس بات کو ذکر کیا جو اس عذاب کی شدت پر دلالت کرتی ہے اور کہا: ﴿رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ﴾ یعنی جس کو تو نے جہنم میں داخل کر دیا یقیناً وہ ذلیل ورسواء ہوگیا۔

﴿وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ اور ایسے لوگوں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے جو اپنے ظلم وزیادتی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگیا اور نہ ہی کوئی ان سے عذاب کو دور کرنے والا ہے۔

اس میں اللہ نے ان کی دوسری دعاء کو بیان کیا جب انہوں نے عاجزی کے ساتھ اسے پکارا:

﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ﴾ یعنی ہم نے ایمان کی طرف بلانے والے کی پکار کو سنا۔

اکثر مفسرین کے نزدیک پکارنے والے سے مراد: رسول اکرم ﷺ ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد: قرآن مجید ہے اور دونوں قول صحیح ہے اسلئے کہ اللہ کے رسول لوگوں کو قرآن کے ذریعے ہی دعوت دیتے تھے۔

﴿أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ﴾ اس ایمان کی تفسیر جس کی طرف بلایا گیا ہیکہ اللہ پر ایمان لانا، اسکے رب اور معبود ہونے پر، اور اسکے ناموں اور صفات پر ایمان رکھنا۔

﴿فَآمَنَّا﴾ یعنی ہم نے اسکے احکامات کی فرمانبرداری کی، اسکی پکار پر لبیک کہا، اور اس کی پیروی کرنے میں آگے بڑھے۔

﴿رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾ اللہ پر ایمان رکھنے کا وسیلہ لگا کر دعاء کی گئی کہ اللہ انہیں بخش دیں اور ان کی برائیوں کو معاف کردیں اور جب انہیں موت دے تو ان کو نیک لوگوں میں شامل کردے، جنہوں نے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری اور اسکے احکامات کی تابعداری کیں حتی کہ اللہ ان سے راضی اور خوش ہوگیا۔

﴿ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴾ یہ دوسری دعاء ہے اس میں انہوں نے اللہ سے سوال کیا کہ اللہ دنیا و آخرت کے ان تمام وعدوں کو پورا کر جو اس نے اپنے رسولوں کی زبانی مومنوں سے وعدے کیئے کہ دنیا میں ان کی مدد کرنا اور انہیں غلبہ عطا کرنا اور آخرت میں کامیابی اور اسکی رضامندی کا وعدہ اور قیامت کے دن کی رسوائی سے نجات کا وعدہ، اور انہوں نے وسیلہ لگایا کہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

پھر اللہ رب العزت نے ان عقلمند لوگوں کی تمام دعاؤں کو قبول کرلیا اور فرمایا: ﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ﴾

پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت میں ہرگز ضائع نہیں کرتا، تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ (سورۃ آل عمران: 195)

حسن بصری کہتے ہیکہ: وہ لوگ مسلسل ربنا، ربنا، ہمارے رب، ہمارے رب کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کی دعاء قبول کرلی.

اسی طرح ہر مومن کیلئے مناسب ہیکہ وہ اسی طرح عاجزی وانکساری کے ساتھ دعاء کرتے رہے.

حدیث میں ہیکہ: اللہ کے رسول ﷺ جب رات میں اٹھتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر ان آیات کو پڑھتے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَتَحَدَّثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ، فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ قَعَدَ، فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: {إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لأُولِي الأَلْبَابِ} ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنَّ، فَصَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ أَذَّنَ بِلاَلٌ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ. اور ایک روایت میں ہیکہ: ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں ایک رات اپنی خالہ (ام المؤمنین) میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہ گیا۔ پہلے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی (میمونہ رضی اللہ عنہا) کے ساتھ تھوڑی دیر تک بات چیت کی پھر سو گئے۔ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہا تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف دیکھا اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن و رات کے مختلف ہونے میں عقلمندوں کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور مسواک کی، پھر گیارہ رکعتیں تہجد اور وتر پڑھیں۔ جب بلال رضی اللہ عنہ نے (فجر کی) اذان دی تو آپ نے دو رکعت (فجر کی سنت) پڑھی اور باہر مسجد میں تشریف لائے اور فجر کی نماز پڑھائی۔[1]

اللہ رب العالمین نے عقلمند لوگوں دعاء، عبادات، دعاء کرتے وقت ان کی کیفیت، حالات اور انکی عاجزی وانکساری کو ذکر کیا اپنے بندوں کو ابھارنے کیلئے کہ وہ ان کو اسوہ ونمونہ بنائے اور ان کے طریقے کی پیروی کرے، انکی صفات کو اپنائے تا کہ اللہ ان کی بھی دعاؤں کو قبول کریں۔

[1] صحیح بخاری: 4569، صحیح مسلم: 763۔

## مومنوں کی دعائیں (۷)

9) قرآن میں وارد مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء:

اللہ کا فرمان: ﴿الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا﴾

جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا۔ (سورۃ النساء:75)

اللہ رب العزت نے اس آیت میں ان بے بس (لاچار) مومنوں کی دعاء کو بیان کیا ہے جو مکہ میں کفار قریش کی ذلت و رسوائی کے تحت زندگی گزار رہے تھے یہ فتح مکہ سے پہلے کی بات ہے، ان کمزور اور بے بس مومنوں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ انہیں مشرکین کی بے بسی اور ذلت سے نجات دے اور ان کیلئے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا دے جو انہیں ظالموں کے ظلم اور کافروں کے ظلم و ستم ان کو بچائے اور ان کی مدد کرے تو اللہ نے ان کی دعاء کو قبول کر لیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیکہ: جب اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو اللہ نے نبی کریم ﷺ کو ان کا حامی و مددگار بنایا، اور اللہ کے رسول ﷺ نے عتاب بن اسید مکہ کا والی بنا دیا وہ کمزور مومنوں کی مدد کرتے اور طاقتور لوگوں سے ان کو انصاف دلاتے۔ [1]

10) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾

اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تُو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، تو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ (سورۃ المائدہ:83)

اس آیت میں اللہ نے ان عیسائیوں کی صفت کو بیان کیا ہے جو خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر ایمان لائے، اور جب انہوں نے قرآن کی آیات کو سنا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اسلئے کہ انہیں معلوم ہو گیا کہ جو آیات ان پر تلاوت کی جاتی ہے وہ اللہ کی جانب سے برحق ہے اسی لئے وہ اپنے رب سے سوال کرتے ہیں، دعاء کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾ یعنی وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب تو نے اپنی کتاب میں سے جو اپنے نبی محمد ﷺ کی طرف نازل کیا ہم نے اسے سنا اس کی تصدیق کی اور ہم نے اقرار کیا وہ کتاب تیرے طرف سے ہے حق ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔

﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾ اور تو ہمیں گواہی دینے والوں میں سے بنا دے اور ہمارا شمار ان میں کر دے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیکہ: ﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾ یعنی محمد ﷺ اور آپ کی امت کے ساتھ ہمارا شمار کر دے جو اپنے نبی

---

[1] تفسیر بغوی: 1/ 452۔

اورتمام انبیاء کیلئے گواہی دیتے ہیکہ انہوں رسالت کو (اللہ کے پیغامات کو) اپنی امتوں تک صحیح صحیح پہنچا دیا، اس میں کسی بھی قسم کی خیانت نہیں کی۔[1]

اوراللہ نے ان کی دعاء کو قبول کرلیا اوران کی امید کو پورا کر دیا:

اللہ کا فرمان: ﴿فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ﴾

اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی وجہ سے ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔ (سورہ المائدہ:85)

11) قرآن میں مذکور دعاؤں میں سے ایک دعاء بنی اسرائیل کے توبہ کرنے والے مومنین کی دعاء ہے جنہوں نے شرک سے توبہ کی:

اللہ کا فرمان: ﴿وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

اور جب وہ شرمندہ ہوئے اور انھوں نے دیکھا کہ وہ تو گمراہ ہو گئے ہیں، تو انھوں نے کہا یقیناً اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور ہی خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (سورۃ الأعراف:149)

اس آیت میں بنی اسرائیل کے ان لوگوں کے بارے میں خبر ہے جب انہوں بچھڑے کی عبادت کرنے کے بعد اس سے توبہ کی.

﴿وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ﴾ یعنی جب وہ لوگ اپنے کیے پر شرمندہ ہوئے،

﴿وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا﴾ یعنی جب انہوں نے دیکھا کہ وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے اور اللہ کے دین سے دور ہو گئے اور کفر کا راستہ اختیار کرلیا تو انہوں نے یہ دعاء کی: ﴿قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ یعنی ان لوگوں نے اللہ رب العزت سے توبہ کرتے ہوئے اور اس کی طرف پلٹتے ہوئے یہ دعاء کی، اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، اپنے رب کی طرف پناہ کہ وہ ان پر رحم کر اور ان کو بخش دیں ورنہ وہ لوگ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اسی طرح ہر گنہگار کی حالت ہوتی ہے کہ اگر اللہ رحمت اور اسکی مغفرت نہ ہوتی تو وہ دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہوتے اسی لیے اس سے پہلے آدم علیہ السلام اور حواء یہ دعاء کی: ﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (سورۃ الأعراف:23)

دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔

12) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء جادوگروں کی توبہ جب وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور دعاء کی:

اللہ کا فرمان: ﴿قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ [125] وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ﴾

---

[1] تفسیر ابن کثیر:3/ 159۔

انھوں نے کہا یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔[125] اور تو ہم سے اس کے سوا کس چیز کا بدلہ لے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آئیں، اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں اس حال میں فوت کر کہ فرماں بردار ہوں۔(سورۃ الأعراف:125-126)

اس میں اللہ رب العالمین نے فرعون کی قوم کے ان جادوگروں کی حالت بیان کی ہے جب وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو فرعون نے انہیں خوب ڈرایا اور دھمکایا اور کہا:

اللہ کا فرمان:﴿لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ﴾

میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا.(سورۃ الأعراف:124)

مگر ان مومنوں نے فرعون کے سامنے اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے اور فرعون کی دھمکی سے وہ اسلام سے نہیں پھرے بلکہ اس پر جمے اور ڈٹے رہے اور انہوں نے فرعون سے کہا:﴿قَالُوا إِنَّا إِلَى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ﴾ یعنی ہمیں یقین ہوگیا کہ ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں اور اس کا عذاب تیرے عذاب سخت ہے اور جس کفر اور جادو کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے اس کی سزا تیری سزا بہت بڑی اور عظیم ہے، آج ہم تیرے عذاب پر صبر کرلیں گے تا کہ ہم اللہ کے عذاب سے بچ سکے.

ان لوگوں کیلئے واضح ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے فرعون ان سے بدلہ لینے والا ہے اور یہی ہمارا گناہ ہے جس پر وہ ہمیں سزا دیں گا حالانکہ وہ ہماری سب سے بڑی نیکی اور سب سے بہتر عمل ہے اور ہم اس سے تیری رضامندی کی خاطر پلٹنے والے نہیں ہے اور نہ ہی ہم تیری دھمکی اور عذاب کی پرواہ کرنے والے ہیں، اسی لیے اللہ رب العالمین نے ان کے بارے میں بیان کیا:﴿قَالُوا لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ﴾ انھوں نے کہا کوئی نقصان نہیں، بے شک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

یعنی تو ہمارے ہاتھوں اور پیروں کو مخالف سمت سے کاٹ دے یا ہمیں سولی پر چڑھا دے ہم تیری دھمکی اور عذاب کی پرواہ نہیں کرتے.

پھر وہ لوگ اللہ رب العزت کی طرف رخ کیا اور اس سے دعاء کی کہ وہ انہیں دین پر ثابت قدم رکھے اور ان کو صبر دے ان تکالیف پر جو انہیں اس کے راستے میں ملی ہے، پس انہوں نے دعاء کی:﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ﴾ یعنی ہم پر صبر کو انڈیل دے کیونکہ یہ بہت سخت آزمائش اور امتحان ہے جس میں صبر کی بہت زیادہ ضرورت ہے تا کہ دل جمے رہے اور مومنوں کو اطمینان ملے اور ان سے مصیبتیں دور ہو جائے اور ہمیں ان مومنوں کے ساتھ وفات دے جو تیرے اور تیرے رسول کے احکامات پر عمل کرنے والے ہیں.

پاک ہے وہ ذات جس نے جادوگروں کو گمراہی، کفر اور جادو سے نکال کر ایمان کی ھدایت دی اور انہیں ثابت قدم رکھا، ہم اسی سے سوال کرتے ہیکہ وہ ہمیں بھی اپنے دین پر ثابت قدم رکھے اور دنیا و آخرت میں خیر و عافیت دے بیشک وہ دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے.

# مومنوں کی دعائیں (8)

۱۳) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے:

اللہ کا فرمان:﴿ وَقَالَ مُوسَى يَا قَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ [84] فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ [85] وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴾ (سورۃ یونس:84-86)

اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسا کرو، اگر تم فرماں بردار ہو۔ [84] تو انھوں نے کہا ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا، اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔ [85] اور اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں کافر لوگوں سے نجات دے۔

ان آیات اللہ رب العزت نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خبر دی ہیکہ جب انہوں نے اپنی قوم ان کے دشمنوں فرعون اور اسکے لشکر کے مقابلے میں اللہ پر بھروسہ کرنے کی وصیت کی تو انہوں نے آپ کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے یہ دعاء کی:

﴿عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا﴾ یعنی ہم نے اللہ پر ہی بھروسہ کیا اور اپنے تمام معاملات کو اسی کے حوالے کردیا اور اسی پر ہم اعتماد کیا، پھر یہ دعاء کی۔

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ مفسرین نے اس دعاء کے دو معنی ومفہوم بیان کیے ہیں:

1) یعنی ان کو ظالموں کو ہم پر غالب مت کرنا، مسلط مت کرنا اسلیے کہ جب وہ ہم پر غالب ہوجائے گے تو وہ یہ گمان کریں گے کہ وہ حق پر ہیں اور ہم باطل پر ہیں، پس اس وجہ سے وہ لوگوں کو فتنے میں ڈال دیں گے اور ان کی سرکشی میں اضافہ ہوجائے گا۔

2) یعنی ہم کو تیرے پاس سے عذاب مت دینا، یا فرعون اور اسکے لشکر کے ہاتھوں عذاب میں مبتلا مت کرنا ورنہ وہ لوگ کہیں گے ہم حق پر ہیں اسلئے ہمیں عذاب نہیں دیا گیا، اور وہ یہ سمجھے گے کہ وہ ہم سے بہتر ہے پس اس کے ذریعے وہ لوگوں کو فتنے میں مبتلا کریں گے۔

﴿وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ یعنی اے ہمارے رب اپنی رحمت سے ہمیں کافروں سے نجات دے تاکہ ہم ان کے شر سے محفوظ رہے، اور اپنے دین پر قائم ودائم رہے اور ہمیں اپنی شریعت پر عمل کرنے اور اسکا اظہار کرنے میں کسی بھی قسم کی پریشانی اور لڑائی، جھگڑے کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

بعض مفسرین نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہیکہ دعاء کرنے والے کیلئے دعاء سے پہلے توکل علی اللہ (اللہ پر بھروسہ کرنا) کا ذکر کرنا مناسب ہے تاکہ اس کی دعاء قبول ہوجائے۔[1]

اور اس دعاء میں اسی بات کی تنبیہ کی گئی ہے، اسی طرح ایک حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي، أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:﴿اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ

[1] تفسیر قاسمی: 9/3388۔

وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَالْجِنُّ وَالإِنْسُ يَمُوتُونَ﴾ یعنی اے پروردگار! میں تیرا فرمانبردار ہوگیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسا کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری مدد سے دشمنوں سے لڑا۔ اے مالک میرے! میں تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کوئی برحق معبود نہیں سوائے تیرے، اس بات سے کہ تو بھٹکا دے مجھ کو، تو وہ زندہ ہے جو کبھی نہیں مرتا، جن اور آدمی مرتے ہیں۔"[1]

14) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء (أصحابِ کھف) غار والوں کی دعاء ہے:

اللہ کا فرمان:﴿إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾

جب ان جوانوں نے غار کی طرف پناہ لی تو انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے کوئی رحمت عطا کر اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں کوئی رہنمائی مہیا فرما۔ (سورۃ الکھف:10)

اس میں اللہ رب العزت نے غار والے نوجوان کے بارے میں خبر دی جن کی صفت یہ ہے،

اللہ کا فرمان:﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى[13] وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا[14] هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا[15] وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا﴾

ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرمارہے ہیں۔ یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی[13] ہم نے ان کے دل مضبوط کردیئے تھے جب کہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان وزمین کا پروردگار ہے، ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں اگر ایسا کیا تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی[14] یہ ہے ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی خدائی کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے اللہ پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے زیادہ ظالم کون ہے؟[15] جب کہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہوگئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کردے گا۔ (سورۃ الکھف:13-16)

یہ چند مومن نوجوان تھے جو اپنی قوم کے خلاف اکٹھے ہوگئے اور ان کا مقابلہ کیا وہ قوم جو اللہ کے ساتھ شرک کرتی تھی، ان سے برآت کا اظہار کیا، ان کے درمیان سے نکل گئے ان کے شرکیہ دین سے بھاگتے ہوئے اور فتنے اور شر کے وقت یہی چیز جائز ہے۔

﴿إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾

حافظ ابن کثیر کہتے ہیکہ: اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کے بارے میں بتا رہا ہے جو اپنی قوم کے دین سے بھاگتے ہوئے ایک غار میں پناہ لی،

---

[1] صحیح مسلم:2717۔

چھپ گئے تاکہ قوم کے لوگ انہیں فتنے میں نہ ڈال دے پھر غار میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے اللہ سے سوال کیا:﴿رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً﴾ یعنی اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر اور ہمیں ہماری قوم سے چھپا لے،

﴿وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾ اور ہمارا بہترین انجام بنا دے۔

جیسا کہ حدیث میں ہیکہ:﴿وَمَا قَضَيتَ لَنَا مِن قَضَاءٍ فَاجعَل عَاقِبَتَه رُشداً﴾ اے اللہ جب بھی تو ہمارے لیے کوئی فیصلہ کر تو اس کا انجام بہتر ہو۔[1]

جیسا کہ مسند احمد میں بسر بن ابی ارطاۃ روایت کرتے ہیکہ اللہ کے رسول ﷺ یہ دعاء کرتے تھے: اللَّهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا، وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ.

اے اللہ ہمارے تمام معاملات کا انجام بہتر کر دیں اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب دے بچا۔[2]

حاصل کلام یہ ہیکہ ان نوجوانوں نے خیر کے کام میں کوشش کی پھر فتنے سے بھاگتے ہوئے ایک مکان میں چھپ گئے پھر اپنے رب سے عاجزی وانکساری سے سوال کیا کہ اللہ ان کے معاملے کو آسان کر دے اور انھوں نے اپنے آپ پر بھروسہ نہیں کیا تو اللہ نے ان کی دعاء کو قبول کر لیا اور ان کی حفاظت کی۔

اللہ کا فرمان:﴿فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا﴾

پس ہم نے ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک اسی غار میں پردے ڈال دیئے۔(سورۃ الکھف:11)

یعنی جب وہ غار میں داخل ہوئے تو ہم ان پر نیند کو ڈال دیا تو وہ بہت سالوں تک سوتے رہے اور وہ کسی قسم کی آواز بھی نہیں سن سکتے تھے اسلئے سونے والا جب کوئی آواز سنتا ہے تو اٹھ جاتا ہے، اور اس نیند میں ان کے دل ڈر اور کشمکش سے محفوظ رہے اور ان کی قوم سے بھی محفوظ رہے تاکہ وہ لوگوں کیلئے عبرت ونشانی رہے۔

15) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء:

اللہ کا فرمان:﴿إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾

بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔(سورہ المومنون:109)

یہ بات اللہ رب العزت قیامت کے دن جہنمیوں سے کہے گا ان کو مومن بندوں کی حالت کو یاد دلاتے ہوئے جو کفار ان کا مذاق اڑاتے تھے ان پر ہنستے تھے۔

اللہ نے اپنے مومن بندوں کی حالت کو بیان کر رہا ہے کہ وہ کہیں گے:﴿رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾

یعنی انہوں نے اللہ کا ان پر ایمان کے ذریعے احسان کرنے، نیک اعمال، اللہ کی مغفرت اور اس کی وسیع رحمت، اسکے رب ہونے کا وسیلہ لگا کر

[1]) رواہ البخاری فی الادب المفرد:639۔
[2]) مسند احمد:4/181۔

دعاء کررہے ہیں جو ان کا اپنے رب کیلئے عاجزی وانکساری، اس سے ڈر اور امید پر مشتمل ہے. اور یہ لوگوں میں سب سے افضل اور بہتر لوگ ہیں ۔[1]

اللہ ہمیں اپنے رحم وکرم سے ان میں سے بنادے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ملادے آمین.

[1] تفسیر ابن سعدی: ص: 655۔

## مومنوں کی دعائیں (۹)

۱۶) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے کچھ دعائیں جو اللہ رب العزت نے سورہ الفرقان کے اخیر میں ذکر کیا ہے جب رحمن کے بندوں کی صفات کو بیان کیا اور یہ اضافت تشریفی ہے جب انہوں نے اللہ کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کی تو اللہ نے انہیں رحمن کے بندے کہہ کر پکارا:

اللہ کا فرمان:﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾(سورہ الفرقان:63)

اوررحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پرنرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔

اللہ نے ان کی کچھ صفات کو بیان کیا کہ وہ اللہ سے بہت اچھی دعاء کرتے ہیں:

اللہ کا فرمان:﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا [65] إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا﴾

اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ بے شک اس کا عذاب ہمیشہ چمٹ جانے والا ہے۔ [65] بے شک وہ بری ٹھہرنے کی جگہ اور اقامت کی جگہ ہے۔(سورۃ الفرقان:65-66)

یہ مبارک دعاء جس کو اللہ نے ان صفات میں بیان کیا ہے:

﴿رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ﴾ یعنی ہم سے جہنم کے عذاب کو دور کرے دنیا میں اس سے بچنے کے اسباب آسان کرکے، اور ہمارے گناہوں کو بخش دے جو قیامت کے دن جہنم میں لے جانے کا سبب بنے گے۔

یہ اس بات پر دلالت کرتا ہیکہ وہ اپنے رب کی عبادت کرنے کے بعد بھی اس کے عذاب اور سزا سے ڈرتے ہیں جیسا کہ اللہ نے کامل مومن کی صفات کو بیان کرتے کہتا ہے:

اللہ کا فرمان:﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ﴾

اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناوہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔(سورۃ المومنون:60)

یعنی جب وہ کسی بھی قسم کی عبادت کرتے ہیں پھر بھی وہ اپنے رب کے عذاب اور اس کی سزا سے ڈرتے ہیں جیسا کہ اس آیت کی تفسیر اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہے:

أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ: { وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ } قَالَتْ عَائِشَةُ: أَهُمُ الَّذِينَ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُونَ؟ قَالَ: لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ، وَلَكِنَّهُمُ الَّذِينَ يَصُومُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَتَصَدَّقُونَ وَهُمْ يَخَافُونَ أَنْ لَا تُقْبَلَ مِنْهُمْ، { أُولَئِكَ

يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کے رسول! ﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ﴾ (سورہ المومنون: 60) سے کیا وہ لوگ مراد ہیں جو زنا کرتے ہیں، چوری کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں: ابوبکر کی بیٹی یا آپ ﷺ نے فرمایا: صدیق کی بیٹی! اس سے مراد وہ شخص ہے جو روزے رکھتا ہے، صدقہ دیتا ہے، اور نماز پڑھتا ہے، اور ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو اس کا یہ عمل قبول نہ ہو"[1]

حسن بصری کہتے ہیکہ: یقیناً مومن نیکیاں کرتا ہے اور ڈرتے رہتا ہے اور منافق برائی کرتے رہتا ہے اور اطمینان سے رہتا ہے۔[2]

﴿إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾ یعنی جہنم کا عذاب چمٹ جانے والا ہے کبھی الگ نہیں ہوگا یعنی انسان مسلسل عذاب میں رہیں گا کسی بھی وقت عذاب سے چھٹکارا نہیں ملے گا۔

﴿إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا﴾ یعنی جہنم کتنا برا ٹھکانا اور کتنا برا منظر ہے۔

اس میں مومنوں نے اپنے رب کے آگے جھک گئے اور اپنی سخت ضرورت کو بیان کیا کہ ان کے پاس اس عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ تاکہ وہ اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کریں، بیشک عذاب ومصیبت کے دور ہونے کی شدت اس کی ہولناکی اور اس کے واقع ہونے کے عظیم ہونے کے اعتبار سے ہے اور اس کے دور ہونے سے بہت زیادہ خوشی ملتی ہے۔[3]

17) رحمن کے بندوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ (سورة الفرقان: 74)

اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔

﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ﴾ یعنی تو ہمیں نیک اور صالح بیویاں اور اولاد دے جو ہمارے آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیکہ اس سے مراد یعنی جو تیری اطاعت اور فرمانبرداری کرے اور ان کے ذریعے دنیا وآخرت میں ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے۔

محمد بن کعب القرظی کہتے ہیکہ: مومن اپنی بیوی اور اولاد کو نیک اور متقی دیکھے، مومن کی آنکھ کی ٹھنڈک کیلئے کوئی بھی چیز اس سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔

ابن زید کہتے ہیکہ: وہ اللہ سے سوال کرتے ہیکہ وہ ان کی بیویوں اور اولاد کو اسلام کی ہدایت دیں۔[4]

---

[1] ترمذی: 3175، ابن ماجی: 4198۔
[2] رواہ ابن مبارک فی الزھد: 985۔
[3] تفسیر ابن سعدی: ص: 686۔
[4] تفسیر طبری: 17/ 529-530۔

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: بیویوں اور اولاد کے نیک اور صالح ہونے کی دعاء مانگنا دراصل وہ اپنے لیے دعاء مانگتے ہیں اسلئے کہ اس کا فائدہ انھیں ہی ملنے والا ہے بلکہ اس کا فائدہ تمام مسلمانوں کو حاصل ہوگا اسلئے کہ ایک آدمی کا نیک وصالح ہونا بہت سے لوگوں کیلئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔[1]

﴿ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیکہ: ھدایت ورہنمائی کا امام بنانا گمراہی کا نہیں اسلئے کی اللہ نے نیک لوگوں کے بارے میں کہا: ﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ﴾

اور ہم نے انہیں پیشوا بنادیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں.

اور برے لوگوں کے بارے میں کہا: ﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ﴾

اور ہم نے انھیں ایسے پیشوا بنایا جو آگ کی طرف بلاتے تھے.[2]

قتادہ کہتے ہیکہ: خیر کے کاموں میں انہیں قائد ورہنما بنادے تاکہ ہم اس میں ان کی اقتدا اور پیروی کرے.[3]

خلاصہ یہ ہیکہ: رحمن کے بندوں نے دعاء کی کہ اللہ ان کی اولاد کو دین میں امامت کے درجے کو پہنچادے کہ وہ متقی لوگوں کیلئے اپنے اقوال اور افعال میں اسوہ اور نمونہ ہو، ان کے کاموں پر عمل کیا جائے اور ان کی باتوں سے اطمینان حاصل ہو اور تمام لوگ ان کے پیچھے پیچھے چلے.

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: دین میں امامت کا مرتبہ صبر اور یقین کے ذریعے ملتا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴾ (سورۃ السجدہ: 24)

اور ہم نے ان میں سے کئی پیشوا بنائے، جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، جب انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین کیا کرتے تھے۔

یعنی اس دعاء سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری پر صبر کرے اور اسکی نافرمانی کرنے سے اور بری تقدیر پر صبر کریں، اور مکمل علم جو اسے یقین کے مرتبہ کو پہنچائے گا تب وہ رسولوں کے بعد مخلوق میں سب سے بلند مقام ومرتبہ پر ہوگا.[4]

اور کہا کہ: حاصل یہ ہیکہ بیشک انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ اپنے علاوہ دوسروں کے لئے مکمل رہنمائی کرنے والے بن جائے اور یہ سب سے اعلی حالت ہے۔[5]

اللہ رب العزت نے رحمن کے بندوں کی صفات اور ان کی عظیم دعاء کو ذکر کرنے کے بعد بات کو ختم کرتے ہوئے کہتا ہے،

اللہ کا فرمان: ﴿ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا [75] خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴾

---

[1] تفسیر ابن سعدی: ص: 688۔
[2] رواہ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ: 8/ 2742۔
[3] امام سیوطی نے اس کو الدر المنثور میں ذکر کیا ہے: 6/ 285۔
[4] تفسیر ابن سعدی: ص: 688۔
[5] المواھب الربانیۃ من الآیات القرآنیۃ: ص: 33۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند و بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا[75] اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے، وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے.(سورۃ الفرقان:75-76)

اللہ رب العالمین نے ان کے بدلے کو بیان کیا ہیکہ ان کیلئے جنت ہے جس میں ان پر سلامتی ہوگی اور ان کی مہمان نوازی کی جائے گی، اور اس میں ان کی عزت اور احترام کیا جائے گا:

﴿وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ [23] سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ (سورہ الرعد:23-24)

فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔[23] سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔
اللہ ہمیں بھی اپنے فضل و کرم سے ان میں سے بنا دے.

# مومنوں کی دعائیں (۱۰)

18) قرآن میں مذکور مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے:

اللہ کا فرمان:﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ[15] أُولَئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کرکے اسے جنا۔ اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد بھی صالح بنا، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں[15] یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال تو ہم قبول فرمالیتے ہیں اور جن کے بداعمال سے درگزر کر لیتے ہیں، (یہ) جنتی لوگوں میں ہیں۔ اس سچے وعدے کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا۔ (سورۃ الأحقاف:15-16)

اس آیت میں اللہ رب العزت انسان کو وصیت کر رہا ہیکہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کریں اسلئے کہ ان دونوں نے تیری ولادت (پیدائش) اور پرورش کرنے میں بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں، اور جو نیک اور صالح اولاد ہوتی ہے وہ اپنے اور اپنے والدین پر اللہ نے جو انعامات کئے ہیں اس کو وہ یاد کرتے ہیں پس وہ اللہ سے دعاء کرتے اور سوال کرتے ہیں:﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي﴾ یعنی اے میرے رب مجھے ھدایت اور توفیق دے۔

﴿أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ﴾ یعنی جو تو نے مجھے دین اور دنیا کی نعمتوں سے نوازا ہے کہ میں ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں اور ان نعمتوں کا استعمال تیری اطاعت وفرمانبرداری اور تیری حمد وثناء بیان کرنے میں کروں۔

﴿وَعَلَى وَالِدَيَّ﴾ یعنی ان نعمتوں پر بھی شکریہ ادا کرنے کی توفیق دیں جو تو نے میرے والدین کو عطا کی ہے اسلئے کے والدین پر انعام کرنا دراصل اولاد پر انعام کرنا ہے اسلئے کہ وہ نعمت یا اسکے آثار اولاد کو ہی ملنے والے ہے خاص طور پر دین کی نعمت، والدین کا نیک وصالح ہونا اولاد کے نیک وصالح بننے کے اہم اسباب میں سے ہے۔

﴿وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ﴾ یعنی مجھے مستقبل میں ایسے نیک کام کرنے کی توفیق دے جس سے تو خوش ہوتا ہے اس طرح سے کہ وہ عمل ان تمام باتوں سے محفوظ ہو جو عمل کو برباد کر دیتے ہیں۔

﴿وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي﴾ پھر اپنے نفس کی اصلاح کی دعاء کرنے کے بعد اپنی اولاد کے نیک وصالح ہونے کی دعاء کی اسلئے کہ اولاد کے

نیک ہونے کا فائدہ والدین کو ہی ملتا ہے.

﴿إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ﴾ یعنی میں اپنے ان تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جو میں نے پچھلے دنوں میں کئے ہیں اور میں تیری اطاعت وفرمانبرداری کی طرف لوٹتا ہوں.

﴿وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ یعنی تیرے احکامات کے آگے جھکنے والا اور تیرے حکم کی فرمانبرداری کرنے والا ہوں.

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کے اندر یہ صفات ہوتی ہیں ہم ان کے نیک اعمال کو قبول کرتے ہیں جو انہوں نے دنیا میں انجام دیئے اور ہم ان کی برائیوں اور غلطیوں کو معاف کر دیتے ہیں اور ہم ان کے ساتھ وہی کریں گے جو ہم نے اہل جنت والوں کے ساتھ کیا یعنی ان کو خیر وبھلائی حاصل ہوگی اور برائی ان سے ختم ہو جائے گی اور یہ سچا وعدہ ہے جو ہم نے ان سے کیا اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا.

19) مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء ان لوگوں کی دعاء ہے جو صحابہ کرام کے بعد آئے (تابعین) اور جنہوں نے قیامت تک احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی:

اللہ کا فرمان:﴿ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾

اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے.(سورۃ الحشر:10)

اہل علم کہتے ہیکہ: یہ آیت تابعین جو صحابہ کرام کے بعد آئے اور ہر وہ شخص جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوگا ان کے بارے میں میں نازل ہوئی ہے.

ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیکہ: لوگوں کے تین مقام ومرتبہ ہے:

پہلا مہاجرون (جنہوں نے ہجرت کی)

دوسرا انصار (جنہوں نے مہاجرین کی مدد کی)

تیسرا جو ان کے بعد کے لوگ ہیں پس تم کوشش کرو کہ ان تین منازل سے باہر مت نکلو.

مصعب بن سعد کہتے ہیکہ: لوگوں کے تین مقام ومرتبہ ہیں، پہلے دو مرتبے گزر گئے اور ایک مرتبہ باقی ہے بہتر یہ ہیکہ تم ان باقی بچے ہوئے مرتبہ والوں میں اے ہو جاؤ۔[1]

اللہ رب العزت نے مومنوں کی صفت بیان کی ہیکہ وہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کیلئے یہ دعاء کرتے ہیں.

---

[1] تفسیر قرطبی:18/21۔

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾ اس دعاء میں دل کی سلامتی اور زبان کی سلامتی کو جمع کر دیا گیا ہے، یعنی ان کے دلوں میں کینہ، کپٹ، بغض، عداوت، نفرت، دشمنی اور حسد وجلن نہیں ہے اور نہ ہی وہ اپنی زبان سے گالی گلوچ اور برا کہتے ہیں بلکہ ان کے دلوں میں محبت اور بھائی چارگی ہے اور وہ اپنے زبان سے تعریف اور دعاء کرتے ہیں اور یہ سچے ایمان کی دلیل ہے۔

ابوالمظفر السمعانی کہتے ہیکہ: اس آیت میں گزرے ہوئے لوگوں کیلئے رحم اور خیر کی دعاء کرنے کی دلیل ہے اور ان کا ذکر برائی سے نہ کرنا مومن ہونے کی علامت ہے۔[1]

بیان کیا جاتا ہیکہ: ایک آدمی امام مالک کے پاس آیا اور صحابہ کرام کے بارے میں برا کہنے لگا یعنی ابوبکر، عمر اور عثمان، تو امام مالک نے اس سے کہا: کیا تو ان مہاجرین میں سے ہیں جنہیں ان کے گھروں اور مال سے نکال دیا گیا؟ تو اس نے کہا: نہیں۔ تو کیا تو انصار میں سے ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں۔ تو امام مالک نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہے جو ان کے بعد آئے اور اپنے سے پہلے کے لوگوں کیلئے دعاء کرتے ہیں۔[1] ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ﴾

20) مومنوں کی دعاؤں میں سے ایک دعاء:

اللہ کا فرمان: ﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ (سورہ التحریم:8)

جس دن اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے، رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں دوڑ رہا ہوگا، وہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیکہ: مومن اور موحد بندوں کو قیامت کے دن نور دیا جائے گا اور منافقوں کا نور بجھا دیا جائے گا اور جب مومن یہ دیکھیں گے تو ڈر جائیں گے اور کہیں گے: ﴿ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا ﴾ اے ہمارے رب ہمارے نور کو مکمل کر دے۔[2]

قیامت کے دن مومنوں کی یہ دعاء ہوگی وہ اپنے رب سے سوال کریں گے کہ وہ ان کیلئے ان کا نور مکمل کر دے جس کے ذریعے وہ جنت تک پہنچے گے، دوسری آیت میں ذکر ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾

(قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا آج تمہیں ان جنتوں کی خوش خبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔(سورۃ الحدید:12)

---

[1] تفسیر ابومظفر السمعانی: 5/ 402-403۔

[2] الدر المنثور لسیوطی: 8/ 228۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیکہ: فَيُعْطِيهِمْ نُورَهُمْ عَلَى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُعْطَى نُورَهُ مِثْلَ الْجَبَلِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُعْطَى نُورًا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ، حَتَّى يَكُونَ رَجُلٌ يُعْطَى نُورَهُ عَلَى إِبْهَامِ قَدَمِهِ يُضِيءُ مَرَّةً وَيَطْفِىءُ مَرَّةً

لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق نور دیا جائے گا ان میں سے بعض کا نور پہاڑ کے برابر ہوگا، سب سے کم نور آدمی کے انگوٹھے پر ہوگا جو کبھی روشن ہوگا اور کبھی بجھ جائے گا.[1]

اور مومنین قیامت کے دن مکمل نور کی دعاء کریں گے.

---

[1] رواہ الحاکم: 2/478۔

# فرشتوں کی دعاء

قرآن میں مذکور دعاؤں میں سے ایک دعاء ان فرشتوں کی دعاء ہے جو اللہ کے عرش کو اٹھائے ہوئے اور اس کے ارد گرد ہیں جو مومنوں کیلئے مغفرت، رحم، جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات کیلئے دعاء کرتے ہیں۔

اللہ کا فرمان: ﴿ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ [7] رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ [8] وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾

وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے ارد گرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے اور انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا۔ [7] اے ہمارے رب! اور انھیں ہمیشہ رہائش والی ان جنتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کو بھی جو ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے لائق ہیں۔ بلاشبہ تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ [8] اور انھیں برائیوں سے بچا اور تو جسے اس دن برائیوں سے بچالے تو یقینا تو نے اس پر مہربانی فرمائی اور یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ (سورۃ مؤمن: 7-9)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے ان بزرگ فرشتوں کے بارے میں خبر دے رہا ہے جو اس کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں، جو اپنے رب کی بزرگی اور پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کی حمد وثناء کرتے ہیں، بیشک وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی توحید کا اقرار کرتے ہیں، اسی کے سامنے جھکتے ہیں اور اسکی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے، بیشک وہ فرشتے ان مومنوں کیلئے جو اللہ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں اور اسکے علاوہ جو بھی معبود ہے اس سے برات کا اظہار کرتے ہیں ایسے مومنوں کیلئے وہ فرشتے مغفرت کی دعاء کرتے ہیں، ان کیلئے، ان کے آباء واجداد، انکی بیویوں اور بچوں کیلئے اللہ سے جنت کا سوال کرتے ہیں، اور یہ بھی سوال کرتے ہیکہ اللہ انہیں ان کی برائیوں کے برے انجام سے بچالے اور انہیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے، اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

فرشتوں کا مومنوں کیلئے دعاء کرنا اس میں ایمان کے فوائد، اسکے فضائل اور بکثرت ثمرات ہیں اس طرح سے کہ اللہ اپنے کچھ مقرب فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہیکہ وہ چپکے چپکے (غیب میں) مومنوں کیلئے دعائیں کرے اور یہ عظیم فضیلت ایمان کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

علامہ محمد امین شنقیطی کہتے ہیکہ: اس آیت میں واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہیکہ سب سے اہم چیز جو عرش کے اٹھانے والے فرشتوں اور زمین میں موجود مومنوں کے درمیان تعلق مضبوط کرتی ہیں وہ اللہ پر ایمان لانا ہے، اسلئے کہ اللہ نے فرشتوں کے بارے میں ذکر کیا کہ: ﴿ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ ﴾ وہ (فرشتے) اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ نے یہ بات بھی بیان کی کہ فرشتے ابن آدم کے کن لوگوں کیلئے مغفرت کی دعاء کرتے ہیں: ﴿ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ﴾ اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے، پس اس میں اس

بات کی دلیل ہیکہ سب سے بہترین چیز جو فرشتوں اور مومنوں کے درمیان رابطہ ہے وہ ایمان لانا ہے، حتی کہ مسلمانوں کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وہ چیز زمین میں بھی مسلمانوں کو آپس میں جوڑتی ہے اور زمین والوں اور آسمان والوں کو آپس میں جوڑتی ہے وہ لا إله إلا الله ہے۔[1]

یہ ایمان کی عظیم فضیلت اور مومن کی زندگی میں اس کے اثرات اور مومن کی ان کے رب کے نزدیک عزت وعظمت پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ سلیم بن عیسی کہتے ہیکہ: اللہ نے مومنوں پر کتنا بڑا احسان وکرم کیا ہے کہ وہ اپنے بستروں پر سورہے ہوتے ہیں اور فرشتے ان کیلئے مغفرت کی دعاء کرتے ہیں اور صرف فرشتے ہی ان کیلئے دعاء نہیں کرتے بلکہ انبیاء اور نیک لوگ بھی ان کیلئے دعاء کرتے ہیں۔[2]

اَبو نعیم، یحییٰ بن عمر بن راشد اللیثی سے روایت کرتے ہے وہ کہتے ہیکہ: میں تجارت کرنا چاہتا تھا تو میں نے پورا مال خرچ کردیا۔ جب سفیان بن عیینہ کو میرے بارے میں خبر پہنچی تو وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ جو ختم ہوگیا اس پر مایوس مت ہو اور جان لو کہ تمھارا رزق تمھارے پاس آکر رہے گا۔ پھر مجھ سے کہا: میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تم خیر پر ہو اور کیا تم جانتے ہو کون تمھارے لئے دعاء کرتا ہیں؟ میں نے کہا: کون میرے لئے دعاء کرتا ہے؟ تو کہا: وہ فرشتے تیرے لئے دعاء کرتے ہیں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں، میں نے کہا کیا فرشتے میرے لئے دعاء کرتے ہیں؟ کہا: ہاں اور کہا تمھارے لئے نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور محمد ﷺ دعاء کرتے ہیں، کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے اردگرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے۔

میں نے کہا: میرے لئے نوح علیہ السلام کی دعاء کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیا آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا﴾ (سورۃ نوح:28)
اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن بن کر میرے گھر میں داخل ہو اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔

میں نے کہا: میرے لئے ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیا آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾
اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور ایمان والوں کو، جس دن حساب قائم ہوگا۔ (سورۃ ابراہیم:41)

میں نے کہا: میرے لئے محمد ﷺ کی دعاء کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیا آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾
اپنے گناہ کی معافی مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی۔ (سورۃ محمد:19)

---

[1] أضواء البيان: 3/447-448۔
[2] تفسیر قرطبی: 15/193۔

پس محمد ﷺ اللہ کے سب سے ایادہ فرمانبردار، ہم پر سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے کہ اللہ ان کو کسی چیز کا حکم دیں پھر وہ اس کو نہ کریں ۔[1]

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: فرشتوں کی یہ دعاء اس بات پر مشتمل ہے کہ وہ اپنے رب کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور انہوں نے اللہ کی طرف اس کے اچھے ناموں کا وسیلہ لگایا جن کو اللہ پسند کرتا ہے، ان کا رحمت کا وسیلہ لگا کر دعاء کرنا اور انسان ہونے کے ناطے جو بھی غلطی اور گناہ ہوتے ہیں اللہ ان تمام کو جانتا ہے اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ۔

اسی طرح یہ دعاء اس بات پر مشتمل ہے کہ اس دعاء میں فرشتوں کا اللہ رب العزت کے ساتھ مکمل ادب واحترام کرنا اس طرح سے کہ ان کا اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنا کہ بیشک ان کا معاملے میں کچھ بھی اختیار نہیں ہے یقیناً ان کا اپنے رب سے دعاء کرنا اس بات کی دلیل ہیکہ وہ ہر طرح محتاج ہے اور اس نیک عمل کے ذریعے دعاء کی گئی ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے (ایمان) اور جن لوگوں کو اللہ بہت پسند کرتا ہے (مومنین) اللہ تمام لوگوں کو ناپسند کرتا ہے نفرت کرتا ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور فرشتے بھی ان ہی لوگوں کیلئے دعاء کرتے ہیں جن کو وہ پسند کرتے ہیں محبت کرتے ہیں ۔[2]

اور اس میں فرشتوں کا اللہ کے مومن بندوں کے لئے خیر خواہی کرنے کی دلیل بھی ہے:

مطرف بن عبداللہ کہتے ہیکہ: مومنوں کیلئے سب سے زیادہ خیر خواہ فرشتے ہیں اور انہیں سب سے زیادہ دھوکہ دینے والے شیاطین ہیں ۔[3]

ہم فرشتوں کی محبت کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں جو اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور کبھی تھکتے نہیں، رات دن تسبیح بیان کرتے ہیں اسی طرح ہم شیاطین سے نفرت کرنے کے ذریعے سے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں جو اللہ کی عبادت سے پیٹ پھیر لیتے ہیں خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اللہ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے ۔ بیشک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے ۔

---

[1] اَبونعیم نے اسے الحلیۃ میں روایت کیا ہے: 7/279 ۔
[2] تفسیر ابن سعدی: ص: 862 ۔
[3] تفسیر ابن کثیر: 7/122 ۔

# سنتِ نبوی کی جامع دعائیں (۱)

اللہ کے نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ سنتوں اور احادیث مبارکہ میں بہت سی ایسی جامع دعائیں ہیں جو بہت عظیم معنی ومفہوم، انتہائی اہم فوائد اور دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی پر مشتمل ہیں، اگر بندہ اس کے معنی ومفہوم کو جان جائے اور اس میں غور وفکر کریں تو وہ ان دعاؤں کا اہتمام کرنے لگیں گا اور اس کے ذریعے اللہ سے سوال کرنے لگیں گا.

اب آپ کے سامنے ان ہی دعاؤں کا مختصر معنی ومفہوم اور اس کے الفاظ کی شرح بیان کی جائے گی اور اس کے فوائد وثمرات کا ذکر کیا جائے گا.

1) عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى، وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى﴾ یا اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں ہدایت اور پرہیزگاری اور حرام سے پاکدامنی اور دل کی تونگری۔"[1]

طیبی کہتے ہیکہ: ہدایت اور تقوی کو مطلق ذکر کیا گیا ہے جس سے مراد دنیا وآخرت اور اچھے اخلاق میں جس جس چیز کی ہدایت کی ضرورت ہے وہ تمام شامل ہے اور شرک وگناہوں میں سے وہ تمام چیزیں اور برے اخلاق جن سے بچنا واجب ہے وہ تمام باتیں شامل ہے.[2]

امام نووی کہتے ہیکہ: عفاف (پاکدامنی) سے مراد ناجائز باتوں سے اپنے آپ کو پاک وصاف رکھنا اور نفس کو اس سے روکے رکھنا.

غنی سے مراد دل کی بے نیازی، بے رغبتی اور لوگوں سے اور جو لوگوں کے پاس ہیں (مال ودولت) سے بے رغبت ہو جانا، ان سے مال کا سوال نہ کرنا، ان کے مال کی خواہش نہ کرنا.[3]

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: یہ انتہائی جامع اور فائدہ مند دعاء ہے اور اس میں دین اور دنیا کی خیر وبھلائی کا سوال ہے:

﴿اَلْهُدَى﴾ سے مراد نفع بخش علم۔

﴿اَلتُّقَى﴾ سے مراد نیک عمل کرنا اور اللہ اور اسکے رسول نے جن باتوں سے منع کیا ہے اس سے رک جانا اور اسے چھوڑ دینا، اور اس کے ذریعے دین کی اصلاح ہوگی.

﴿اَلْعَفَافَ﴾ سے مراد مخلوقات سے پاک وصاف رہنا ان سے بہت زیادہ لگاؤ مت رکھنا.

﴿اَلْغِنَى﴾ سے مراد جو اللہ نے رزق اور دوسری چیزیں دی ہے اسی پر اکتفا کرنا، قناعت کرنا اس کے ذریعے دنیا کی زندگی بہتر ہو جائے گی اور دل کو سکون ملے گا اور یہی پاکیزہ زندگی ہے.

پس جس کو ہدایت، تقوی، پاکدامنی اور بے نیازی مل گئی اسے دنیا وآخرت کی سعادت نصیب ہوگئی اور اس نے ہر مطلوب چیز کو پالیا اور ہر

---

[1] صحیح مسلم: 2721۔
[2] تحفۃ الأحوذی: 9/ 461۔
[3] شرح صحیح مسلم: 17/ 4۔

خوفناک چیز سے نجات حاصل کر لی۔[1]

2)عَنْ عَلِيٍّ قَالَ : قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قُلِ : اللَّهُمَّ اهْدِنِي ، وَسَدِّدْنِي ، وَاذْكُرْ بِالْهُدَى هِدَايَتَكَ الطَّرِيقَ وَالسَّدَادِ سَدَادَ السَّهْمِ .

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہہ: ﴿اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي وَاذْكُرْ بِالْهُدَى هِدَايَتَكَ الطَّرِيقَ وَالسَّدَادِ سَدَادَ السَّهْمِ﴾

یا اللہ! مجھ کو ہدایت دیں اور مجھ کو سیدھا کردے اور فرمایا: یہ دعا مانگتے وقت ہدایت سے راہ کی ہدایت اور راستی سے تیر کی راستی کا دھیان کیا کر۔[2]

اس مبارک دعاء میں اللہ رب العزت سے ہدایت اور درستگی کا سوال کیا گیا ہے اور یہ دونوں چیزیں بندے کیلئے بہت زیادہ فائدہ مند ہے اور کامیابی اور سعادت کا دارومدار اس پر ہے اسلئے اس دعاء پر ابھارا گیا ہے۔

﴿اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي﴾ اور ایک دوسری حدیث میں اس طرح کے الفاظ ہے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالسَّدَادَ﴾

﴿اَلْهُدَى﴾ سے مراد حق بات کو جاننا، اسکا علم رکھنا تفصیل کے ساتھ اور اجمالاً اور حق بات کی پیروی کرنے اور ظاہری و باطنی طور پر اس پر عمل کرنے کی توفیق ملنا۔

﴿اَلسَّدَادَ﴾ سے مراد امام نووی کہتے ہیکہ: یعنی مجھے توفیق دے کہ میرا ہر کام درست اور سیدھا ہو۔

سداد اصل میں کہتے ہے: درستگی اور معاملات میں درمیانہ روی کو کہتے ہیں۔[3]

﴿وَاذْكُرْ بِالْهُدَى هِدَايَتَكَ الطَّرِيقَ وَالسَّدَادِ سَدَادَ السَّهْمِ﴾

امام نووی کہتے ہیکہ: تم دعاء میں ان دونوں الفاظ کا ذکر کرتے رہو اسلئے کہ راستے کی طرف رہنمائی کرنے والا کبھی دھوکہ نہیں کھاتا وہ سیدھے اور صحیح راستے کی طرف ہی لے جاتا ہے اور تیر کو سیدھا کرنے والا اس بات کی کوشش کرتا ہیکہ وہ اس کو سیدھا اور درست کردے اسلئے اگر تیر سیدھی نہیں ہوگی تو اس سے نشانہ ٹھیک نہیں لگے گا۔ اسی لئے دعاء کرنے والے کیلئے مناسب اور ضروری ہیکہ اس کا علم صحیح اور درست ہو اور وہ سنت کو لازم پکڑے۔[4]

﴿وَاذْكُرْ بِالْهُدَى هِدَايَتَكَ الطَّرِيقَ﴾

خطابی کہتے ہیکہ: جس طرح ایک راستہ چلنے والا راستے پر موجود جو ہدایت لکھی ہوتی اس کی پیروی کرتا ہے اس کے مطابق چلتا ہے کہ اگر اس نے ان ہدایات پر عمل نہیں کیا اور وہ ذرا سی ادھر ادھر ہوا تو وہ راستہ بھٹک جائے گا تو اسی طرح جب تم اللہ سے ہدایت کا سوال کرو تو اپنے دل

---

[1]) بھجۃ قلوب الأبرار: ص:249۔

[2]) صحیح مسلم:2725۔

[3]) شرح صحیح مسلم:17/ 43۔

[4]) شرح صحیح مسلم:17/ 44۔

میں راستے کی ہدایت والی بات یاد رکھا کرو اور اللہ سے سیدھی اور درست ہدایت کا سوال کرو جس طرح تم راستے کیلئے صحیح رہنمائی تلاش کرتے ہو.

﴿ وَالسَّدَادِ سَدَادَ السَّهْمِ ﴾ یعنی تیر چلانے والا جب تیر چلاتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہیکہ تیر صحیح نشانہ پر لگے اگر وہ ذرا سی نشانہ پر سے ہٹ گیا تو اس کی کوشش ناکام ہو جائے گی اسی طرح جب تم دعاء کرو تو اپنے دل میں یہ خیال کرو صحیح اور درست چیز کا سوال کرو.[1]

امام ابن قیم کہتے ہیکہ: اس دعاء میں انتہائی جامع تعلیم اور نصیحت ہے کہ جب بندہ اللہ سے اس کی رضامندی اور جنت کی طرف لے جانے والے راستے کی ہدایت کا سوال کرے تو وہ یہ سمجھے کہ وہ ایک مسافر ہے اور راستہ بھٹک گیا ہے وہ نہیں جانتا کہ اسے کس طرف جانا ہے پس ایک آدمی اس کے پاس آتا ہے جو راستے کو جانتا ہے تو وہ اس سے سوال کرتا ہیکہ وہ اسے صحیح راستہ بتائے اسی طرح آخرت کا راستہ ہے کہ بندہ اللہ سے ہدایت مانگتا ہے کہ وہ آخرت کی طرف لے جانے والے راستے کی طرف اس کو ہدایت دے جس کا وہ بہت زیادہ محتاج ہے اس راستے سے جو ایک بھٹکا ہوا مسافر کسی راستہ جاننے والے سے کہتا ہیکہ اسے وہ راستہ بتائے جو شہر کی طرف جاتا ہے. اسی طرح قول اور فعل درست ہونا بہت ضروری ہے اسکی مثال تیر چلانے والے کی طرح ہے کہ اگر اس کا تیر صحیح نشانے پر بیٹھ گیا جو وہ چاہتا ہے تو وہ کامیاب ہو گیا اور اس نے درستگی کو پالیا اس کا نشانہ بیکار نہیں گیا اسی طرح جو اپنے قول اور فعل میں درست اور سچا ہوتا ہے اسکی مثال بھی صحیح نشانے پر تیر چلانے والے کی طرح ہے.[2]

یہ انتہائی عظیم دعاء ہے جس کے الفاظ بہت مختصر ہے لیکن وہ بہت سارے خیر کو شامل ہے اور یہ نبی کریم ﷺ کی جامع دعاؤں میں سے ہے جس میں بہترین طریقے سے نصیحت کی گئی ہے.

---

[1] معالم السنن: 4/199۔
[2] إغاثة اللهفان: 1/94-95۔

## سنتِ نبوی کی جامع دعائیں (2)

3) عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ .

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”آدمیوں کے دل پروردگار کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں جیسے ایک دل ہوتا ہے، پروردگار ان کو پھیرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ﴾ یا اللہ! دلوں کے پھرانے والے ہمارے دلوں کو پھیر دے اپنی اطاعت پر۔“[1]

﴿اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ﴾ یہ دعاء اللہ کے نبی کریم ﷺ نے بیان کیا: ایک مومن اور ایک دعاء کرنے والے کو اس دعاء کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے اسلئے کہ تمام انسانوں کے دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جیسے چاہتا ہے اس کو پھیر دیتا ہے اور نبی کریم ﷺ بھی اس دعاء کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے۔

اسی طرح انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ : يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ آمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهِ . فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا ؟ قَالَ : نَعَمْ ، إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ .

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا پڑھتے تھے: ﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ﴾ اے دلوں کے الٹنے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ“، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم لوگ آپ پر اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لے آئے کیا آپ کو ہمارے سلسلے میں اندیشہ رہتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، لوگوں کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں جیسا چاہتا ہے انہیں الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔“[2]

اسی طرح اللہ کے رسول کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک روایت ہے:

عن عائشة أم المؤمنين قالت: دعواتٌ كان رسولُ اللهِ ﷺ يُكثِرُ أنْ يدعوَ بها: يا مُقلِّبَ القلوبِ ثَبِّتْ قلْبي على دِينِكَ، قالت: فقُلْتُ: يا رسولَ اللهِ، إنَّكَ تُكثِرُ تَدْعو بهذا الدعاءِ، فقال: إنَّ قلبَ الآدميِّ بين إصبَعَيْنِ من أصابعِ اللهِ عزَّ وجلَّ، فإذا شاءَ أزاغه، وإذا شاءَ أقامَه.

ام المؤمنین! عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیکہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا پڑھتے تھے: ﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ﴾ اے

---

[1] صحیح مسلم: 2654۔
[2] ترمذی: 2140، ابن ماجہ: 3834۔

دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جما دے"، پڑھتے تھے، تو انہوں نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اکثر یہ دعا: ﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ﴾ کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! بیشک آدمی کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، تو اللہ جسے چاہتا ہے اس کا دل ٹیڑھا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے (دین حق پر) قائم و ثابت قدم رکھتا ہے۔[1]

امام بغوی کہتے ہیکہ: اس میں اس بات کا بیان ہیکہ بندے کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہیکہ وہ نیک بن جائے یا برا بن جائے بلکہ اللہ کی ہدایت وتوفیق سے ہی بندہ نیک بنتا ہے اگر وہ ایمان پر قائم ہے تو اللہ کے ثابت قدم رکھنے کی وجہ سے اور اگر بندہ گمراہ ہو جائے تو اللہ کا اس سے ہدایت کو پھیر دینے کی وجہ سے گمراہ ہوتا ہے۔[2]

اللہ کا فرمان: ﴿بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کے لیے ہدایت دی، اگر تم سچے ہو۔ (سورۃ الحجرات: 17)

اللہ نے جنت والوں کی حمد وتعریف کے بارے میں خبر دیتے ہوئے کہا:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ﴾ (سورہ الأعراف: 43)

سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی۔

اللہ کا فرمان: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾

اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، پختہ بات کے ساتھ خوب قائم رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔ (سورہ ابراہیم: 27)

ان تمام آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہیکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں کا ذمہ دار ہیں اور وہ اس میں جس طرح چاہتا ہے الٹ پھیر کرتے رہتا ہے اور اس نے دل کو اپنے کسی بھی مخلوق کے حوالے نہیں کیا۔

بندے پر لازم اور ضروری ہیکہ وہ اللہ کی طرف پناہ لے اور کثرت سے اس دعاء کا اہتمام کرے جس طرح اللہ کے رسول اس دعاء کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے، اس میں امت کو خبر دینا ہیکہ ان کے نفس اللہ تعالیٰ کی پناہ کے محتاج ہے تاکہ وہ ان کے دلوں کو ثابت قدم رکھے اسلئے کہ دلوں کا دین پر ثابت قدم رہنا ہی کامیابی اور نجات کا سبب اور گناہوں اور عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ﴾

اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، پختہ بات کے ساتھ خوب قائم رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (سورۃ ابراہیم: 27)

بندے کیلئے لازم اور ضروری ہیکہ وہ بہت زیادہ کوشش کرے اور صحیح اور اچھے راستے پر چلے تاکہ اس کو اللہ کی رضامندی، ہدایت اور توفیق

[1] مسند احمد: 6/91۔
[2] شرح السنہ للبغوی: 1/167۔

ملے۔

اللہ کا فرمان: ﴿ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴾

اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت قبول کی اس نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور انھیں ان کا تقویٰ عطا کر دیا۔(سورۃ محمد:17)

4)عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي، وَجَهْلِي، وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي جِدِّي، وَهَزْلِي، وَخَطَئِي، وَعَمْدِي وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے: ﴿ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي جِدِّي وَهَزْلِي وَخَطَئِي وَعَمْدِي وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ یعنی یا اللہ! بخش دے میری چوک اور میری نادانی کو اور میری زیادتی کو جو مجھ سے اپنے حال میں ہوئی اور بخش دے اس چیز کو جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، یا اللہ! بخش دے میرے ارادہ کے گناہ اور میری ہنسی کے گناہ اور میری بھول چوک اور قصد کو اور یہ سب میری طرف سے ہے، اے مالک میرے! بخش دے میرے اگلے اور پچھلے اور چھپے گناہوں کو اور جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو آگے کرنے والا ہے اور تو پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔[1]

یہ دعاء توبہ واستغفار میں انتہائی جامع دعاء ہے، اس میں ان تمام گناہوں سے توبہ واستغفار کی گئی ہے جو گناہ بندہ کسی بھی حالت میں کرتا ہے، ہر حالت کو اس میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس میں ان تمام گناہوں سے توبہ کی گئی ہے جو بندہ جان بوجھ کر کرتا ہے یا انجانے میں کرتا ہے، مذاق میں کرتا ہے یا کسی اور وجہ سے گناہ کرتا ہے چاہے وہ اس گناہ کو جانتا ہے یا اسے بھول گیا ہے تمام گناہ سے معافی مانگی گئی ہے،

اگر بندہ صرف یہ کہتا کہ اللہ میرے تمام گناہوں کو معاف کر دے تو یہ بھی کافی ہو جاتا لیکن اس دعاء میں بندہ کا تفصیل کے ساتھ اپنی بندگی محتاجگی اور گناہ کرنے کی تمام حالات کا ذکر کرنا جس سے بندہ توبہ کرتا ہے یہ زیادہ بلیغ اور بہتر ہے مختصر طور پر توبہ کرنے سے۔[2]

اس دعاء میں نبی کریم ﷺ نے اپنے امت کو یہ تعلیم دی ہیکہ بندہ اپنے رب کا محتاج ہے وہ کبھی بھی اپنے رب کی رحمت، اسکی مغفرت اور معافی سے بے نیاز نہیں ہوسکتا بلکہ وہ ہمیشہ اپنے رب کی رحمت ومغفرت اور درگذر کا محتاج ہے بلکہ اپنے نفس کی حفاظت، اپنی غذا اور رزق سے زیادہ محتاج ہے کہ اگر وہ اپنی حفاظت نہ کرے تو ہلاک ہو جائے، اگر اسے رزق نہ دیا جائے تو ہلاک وبرباد ہو جائے اسی طرح اگر اس کے گناہ معاف نہ ہو اور اس پر رحم نہ کیا جائے تو وہ ہلاک وبرباد ہو جائے، اسی لیے آدم اور حواء نے دعاء کی: اللہ کا فرمان: ﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾

---

[1] صحیح بخاری:6398، صحیح مسلم:2719۔

[2] جلاء الأفہام لابن قیم: ص:203۔

دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقینا ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے ۔(سورہ الأعراف:23) اور یہی شان اور طریقہ ان کے بعد ان دونوں کی اولاد کا ہے ۔[1]

5) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَجُلًا قَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ، سَمِعْتُ دُعَاءَكَ اللَّيْلَةَ، فَكَانَ الَّذِي وَصَلَ إِلَيَّ مِنْهُ أَنَّكَ تَقُولُ : اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي، وَبَارِكْ لِي فِيمَا رَزَقْتَنِي " . قَالَ : فَهَلْ تَرَاهُنَّ تَرَكْنَ شَيْئًا .

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے آج رات آپ کی دعا سنی، میں نے آپ کی جو دعا سنی وہ یہ تھی:﴿ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي، وَبَارِكْ لِي فِيمَا رَزَقْتَنِي ﴾ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے گھر میں کشادگی دے، اور میرے رزق میں برکت دے۔" آپ نے فرمایا: کیا ان دعائیہ کلمات نے کچھ چھوڑا؟۔[2] (یعنی ان میں دین دنیا کی سبھی بھلائیاں آگئی ہیں).

یہ انتہائی مبارک اور عظیم دعاء ہے جس نے دنیا و آخرت کی کسی بھلائی کو نہیں چھوڑا ہے۔

﴿اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي﴾ یعنی جو بھی غلطی، گناہ، کمی اور غیر مناسب فعل مجھ سے واقع ہوا ہے اسے معاف کر دے اسلئے کہ گناہوں کی بخشش اور معافی پر دنیا اور آخرت کی کامیابی کا دارومدار ہے۔

اللہ کا فرمان:﴿ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ﴾

اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تمھیں ایک معین مدت تک اچھا ساز و سامان دے گا اور ہر زیادہ عمل والے کو اس کا زیادہ ثواب دے گا.(سورۃ ھود:3)

اسی لئے مغفرت کو گھر کی کشادگی اور رزق میں برکت کا سوال کرنے سے پہلے ذکر کیا.

﴿وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي﴾ یعنی دنیا میں مجھے کشادہ گھر دے اسلئے کہ گھر کا کشادہ ہونا دنیا میں سعادت اور خوشی ملنے کی طرح ہے، اس سے مراد قبر کی کشادگی ہے اسلئے وہی حقیقی گھر ہے، یا اس سے مراد جنت ہے جو ہمیشہ کا گھر ہے اور اس میں کبھی نہ ختم ہونے والے نعمتیں ہیں اور یہ دعاء ان تمام معنی کو شامل ہے.

﴿وَبَارِكْ لِي فِيمَا رَزَقْتَنِي﴾ یعنی رزق میں برکت دے اور اسے ضائع و برباد ہونے سے محفوظ رکھ.

---

[1]) شفاء العلیل: 1/ 357-358۔

[2]) ترمذی: 3500۔ امام البانی نے اسے ضعیف کہا ہے لیکن یہ دعاء حسن ہے اور یہ دعاء شواہد کے ساتھ مسند احمد میں ایک صحابی سے مذکور ہے: 4/ 63۔

## سنتِ نبوی کی جامع دعائیں (۳)

6)عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو يَقُولُ : رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرِ الْهُدَى لِي، وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ، رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَكَّارًا، لَكَ ذَكَّارًا، لَكَ رَهَّابًا، لَكَ مِطْوَاعًا، لَكَ مُخْبِتًا، إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:﴿ رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرِ الْهُدَى لِي، وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ، رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَكَّارًا، لَكَ ذَكَّارًا، لَكَ رَهَّابًا، لَكَ مِطْوَاعًا، لَكَ مُخْبِتًا، إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي ﴾ اے میرے رب! میری مدد کر، میرے خلاف کسی کی مدد نہ کر، میری تائید کر، میرے خلاف کسی کی تائید نہ کر، ایسی چال چل جو میرے حق میں ہو، نہ کہ ایسی جو میرے خلاف ہو، مجھے ہدایت دے اور جو ہدایت مجھے ملنے والی ہے، اسے مجھ تک آسانی سے پہنچا دے، اس شخص کے مقابلے میں میری مدد کر، جو مجھ پر زیادتی کرے، اے اللہ! مجھے تو اپنا شکر گزار، اپنا یاد کرنے والا اور اپنے سے ڈرنے والا بنا، اپنا اطاعت گزار، اپنی طرف گڑ گڑانے والا، یا دل لگانے والا بنا، اے میرے پروردگار! میری توبہ قبول کر، میرے گناہ دھو دے، میری دعا قبول فرما، میری دلیل مضبوط کر، میرے دل کو سیدھی راہ دکھا، میری زبان کو درست کر اور میرے دل سے حسد اور کینہ نکال دے۔"[1]

اس عظیم دعاء میں بائیس (22) اہم اور انتہائی فائدہ مند چیزوں کا سوال کیا گیا ہے جو دنیا و آخرت میں بندے کی کامیابی و کامرانی کے اسباب ہیں۔

1)﴿ رَبِّ أَعِنِّي ﴾ یعنی اللہ سے مدد مانگنا یعنی مجھے تیرا ذکر کرنے، شکریہ ادا کرنے اور تیری اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق دیں اور میری مدد کر، اور دشمنوں کے مقابلے میں بھی میری مدد کر اور توفیق دیں۔

2)﴿ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ ﴾ یعنی مجھ پر ایسی چیزوں کو غالب مت کر جو مجھے تیری اطاعت وفرمانبرداری سے روک دے، مجھ پر برے نفس (نفس امارہ) کو اور انسانوں اور جنوں میں جو سرکش لوگ ہے ان کو مجھ پر غالب مت کر۔

3)﴿ وَانْصُرْنِي ﴾ یعنی مدد مانگنا یعنی مجھے تیرے اور تیرے دین کے دشمنوں پر غالب کر دیں، اور کہا گیا اس سے مراد یہ بھی ہیکہ نفس امارہ (برا نفس) کے خلاف میری مدد کر جو میرا سب سے بڑا دشمن ہے۔

4)﴿ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ ﴾ یعنی اپنی مخلوقات میں سے کسی کو بھی مجھ پر مسلط اور غالب مت کرنا۔

5)﴿ وَامْكُرْ لِي ﴾ یعنی میرے دشمنوں کے ساتھ مکر کر چال چل، اور مجھے ایسا حیلہ بہانہ اور صحیح سوچ وفکر دے کہ میں ان کے شر سے محفوظ

[1] ابوداؤد: 1510، ترمذی: 3551، ابن ماجہ: 3830۔

رہو اور ان کے مکروفریب کو اتنی خفیہ طریقے سے دفاع کروکہ انہیں اس کا احساس بھی نہ ہو.

6)﴿وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ﴾ یعنی میرے دشمنوں کو صحیح رہنمائی نہ کرکہ وہ میرے مکراور چال کو دفاع کرے،اسکا مقابلہ کرسکتے.

7)﴿وَاهْدِنِي﴾ یعنی خیر کے کاموں کی طرف میری رہنمائی کر،مجھے نفع بخش علم عطا کر،اور مجھے میرے عیوب کے بارے میں بتادیں۔

8)﴿وَيَسِّرِ الْهُدَى لِي﴾ یعنی میرے لیے تیرے ھدایت کی پیروی کرنے اور تیری ھدایت کے راستوں پر چلنا آسان کردیں۔ میرے لیے اچھے کام کرنے کے اسباب آسان کردے کہ مجھ پر تیری اطاعت وفرمانبرداری بھاری نہ پڑے اور میں تیری عبادت سے غافل نہ ہوجاؤ.

9)﴿وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ﴾ یعنی میری مدد کران لوگوں کے خلاف جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور سرکشی کی.

10)﴿رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَكَّارًا﴾ یعنی مجھے تیری نعمتوں پر شکریہ ادا کرنے کی توفیق دیں.

11)﴿لَكَ ذَكَّارًا﴾ یعنی میں تمام اوقات میں تیرا ذکر کروں،اٹھتے،بیٹھتے،ہر حالت میں.

12)﴿لَكَ رَهَّابًا﴾ یعنی ہر وقت تجھ سے ڈرتا رہوں خوشی میں بھی اورغم میں بھی۔

13)﴿لَكَ مِطْوَاعًا﴾ یعنی بہت زیادہ اطاعت کرنے والا،دین کے احکامات پر عمل کرنے والا بنا.

14)﴿لَكَ مُخْبِتًا﴾ یعنی مجھے تیرے سامنے جھکنے والا،عاجزی وانکساری کرنے والا،خشوع وخضوع اختیار کرنے والا بنا.

15)﴿إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيبًا﴾ یعنی بہت زیادہ دعاء کرنے والا،آہ وبکا کرنے والا،رونے والا بنا۔

منیب یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔اور جو اللہ کی طرف پلٹنے والا ہوتا ہے لازم ہیکہ وہ بہت زیادہ رونے والا ہوتا ہے.

16)﴿رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي﴾ یعنی توبہ کے شروط اور اسکے آداب کے مطابق توبہ کرنے والا بنا۔

17)﴿وَاغْسِلْ حَوْبَتِي﴾ یعنی میرے گناہوں اور غلطیوں کو مٹادیں.

18)﴿وَأَجِبْ دَعْوَتِي﴾ یعنی میری دعاؤں کو قبول کرلے۔

19)﴿وَثَبِّتْ حُجَّتِي﴾ یعنی دنیا اور آخرت میں تیرے دشمنوں کے خلاف میری دلیل کو مضبوط کردے،اور قبر میں دونوں فرشتوں کے سوال کرنے کے وقت میرے جواب کو ثابت رکھ.

20)﴿وَاهْدِ قَلْبِي﴾ یعنی میرے رب کی معرفت اور حق کی معرفت کیلئے میرے دل کی رہنمائی کر۔

21)﴿وَسَدِّدْ لِسَانِي﴾ یعنی میری زبان کو درست اور سیدھا کردے اور مجھے سچ بات بولنے کی توفیق دیں۔

22)﴿وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي﴾ یعنی میرے دل سے حسد،کینہ،نفرت،دشمنی اور برے اخلاق کو نکال دے اور میرے دل کو اچھی باتوں اور عادات کیلئے کھول دے.

یہ اس دعاء کی مختصر شرح ہے جو انتہائی اہم امور اور فائدے مند چیزوں پر مشتمل ہے ایک مومن کیلئے لازم وضروری ہیکہ وہ اس دعاء کا اہتمام کرے.

حافظ البزار شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے سوانح میں ذکر کرتے ہیکہ: ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس دعاء کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے اور اکثر یہی دعاء کرتے تھے۔[1]

[1] الأعلام العلیہ فی مناقب ابن تیمیہ: ص:37۔

## سنتِ نبوی کی جامع دعائیں (۴)

7)عَنْ عَائِشَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهَا هَذَا الدُّعَاءَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهِ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا .

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ دعا سکھائی:﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ ،مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهِ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا﴾ اے اللہ! میں تجھ سے دنیا وآخرت کی ساری بھلائی کی دعا مانگتا ہوں جو مجھ کو معلوم ہے اور جو نہیں معلوم، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں دنیا اور آخرت کی تمام برائیوں سے جو مجھ کو معلوم ہیں اور جو معلوم نہیں، اے اللہ! میں تجھ سے اس بھلائی کا طالب ہوں جو تیرے بندے اور تیرے نبی نے طلب کی ہے، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس برائی سے جس سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے پناہ چاہی ہے، اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا طالب ہوں اور اس قول وعمل کا بھی جو جنت سے قریب کر دے، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم سے اور اس قول وعمل سے جو جہنم سے قریب کر دے، اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہر وہ حکم جس کا تو نے میرے لیے فیصلہ کیا ہے بہتر کر دے۔"[1]

الادب المفرد میں امام بخاری کی ایک روایت میں ہیکہ: بیشک نبی ﷺ نے کہا: يا عائشةُ، عليكِ بجُمَلِ الدعاءِ وجوامعِه،قَالَت:قُلت: يا رسول الله! وما جمل الدعاء وجوامعه؟ قال : " قولى:اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهِ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا .

اے عائشہ: تو جامع دعاؤں کو لازم پکڑو۔ تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ: جامع دعائیں کیا ہیں؟ تو اللہ کے رسول نے یہ دعاء

---

[1] ابن ماجہ:3846۔

بتائی۔۔۔[1]

یہ دعاء جامع دعاؤں میں سے ایک ہے جو انتہائی اہم معانی اور عظیم مقاصد پر مشتمل ہے جس کے الفاظ تو بہت کم ہے لیکن اس میں فائدے زیادہ ہیں۔

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ﴾ یعنی اس میں دنیا وآخرت کی تمام خیر اور بھلائیوں کا سوال کیا گیا ہے جسے بندہ جانتا ہو یا نہیں جانتا، چاہے وہ خیر ظاھر ہو یا چھپا ہوا ہو ہر طرح کے خیر کا سوال ہے۔

﴿وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ﴾ یعنی اس میں دنیا وآخرت میں جتنی بھی برائیاں اور شر ہے اس سے پناہ مانگی گئی ہے چاہے بندہ اسے جانتا ہو یا نہیں جانتا ہو، چاہے وہ ظاہر ہو یا چھپا ہوا ہو۔

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ﴾ یعنی اس میں ان تمام خیر اور بھلائی کا سوال کیا گیا جو اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ سے مانگا اور اس میں اس بات نصیحت کی گئی ہیکہ دعاء کرنے والا وہی چیز اختیار کرے جو اللہ کے رسول ﷺ نے اختیار کیا اسلئے کہ اللہ کے رسول اپنی امت کے لئے ان کی جانوں سے بہت زیادہ خیر خواہ تھے، ہر خیر کی طرف ان کی رہنمائی کی ہے۔

﴿وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهِ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ﴾ یعنی اس میں ان تمام برائیوں سے پناہ طلب کی گئی جس سے اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ سے پناہ مانگی ہے۔

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ﴾ یعنی اس میں جنت میں داخل ہونے کی کامیابی کی دعاء کی گئی ہے اور ان تمام اسباب اور وسائل کا سوال کیا گیا جو بندے کو جنت کی طرف لے جاتے ہیں یا اس سے قریب کرتے ہیں (چاہے وہ قول ہو یا فعل) اسلئے جنت میں داخلہ ہی سب سے بڑا خیر اور سب سے بڑی کامیابی ہے۔

﴿وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ﴾ یعنی اس میں جہنم کے عذاب سے بچنے کی دعاء کی گئی ہے اور ان تمام اسباب ووسائل سے پناہ مانگی گئی ہے جو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں یا اس سے قریب کرتے ہیں۔

﴿وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا﴾ یعنی اس میں اللہ رب العزت سے سوال کیا گیا ہیکہ جب بھی وہ کوئی فیصلہ کرے چاہے وہ اچھا ہو یا برا اس کا انجام اور بدلہ نیک اور اچھا ہو یعنی اگر اس نے کسی نعمت کا فیصلہ کیا ہو تو اس نعمت پر شکریہ ادا کرنے کا ثواب حاصل ہو اور اگر کسی مصیبت کا فیصلہ کیا ہو تو اس پر صبر کرنے کا ثواب ملے۔

اس حدیث میں اپنے گھر والوں، اپنی اولاد کو اس دعاء کو سکھانے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

صنعانی کہتے ہیکہ: بندے کیلئے مناسب اور ضروری ہیکہ وہ اپنے اہل وعیال کو اچھی اچھی دعائیں سکھائیں اسلئے کہ جو بھی خیر وبھلائی ان کو ملے گی اس کا فائدہ اور ثواب اسے بھی حاصل ہوگا اور جو بھی برائی ان کو حاصل ہوگی اس کا نقصان اس پر بھی ہوگا۔[2]

8) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ

---

[1] الأدب المفرد: 639۔

[2] سبل السلام: 4/438۔

أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِيَ الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ﴾ یعنی یا اللہ! میرے دین کو سنوار دے جو میری آخرت کے کام کا حافظ اور نگہبان ہے اور سنوار دے میری دنیا کو جس میں میری روزی اور زندگی ہے اور سنوار دے میری آخرت کو جس میں میری بازگشت ہے اور زندگی کو میرے واسطے ہر بہتری میں زیادتی کا سبب کر دے اور موت کو میرے واسطے ہر ایک برائی سے راحت کا سبب سبب کر دے۔[1]

(یہ دعا ہر مطلب کی جامع ہے)۔

اس دعاء میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی اصلاح اور درستگی کا سوال کیا گیا ہے اور سب سے پہلے دین کی اصلاح سے شروعات کی گئی ہے اسلئے کہ اگر دین صحیح اور درست ہوگا تو دنیا اور آخرت درست ہوگی۔

﴿اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي﴾ اس میں دین کی اصلاح و درستگی کی دعاء ہے یعنی مجھے دین کے واجبات و فرائض، اسکے آداب و اَخلاق کو مکمل اور اچھے طریقے سے ادا کرنے کی توفیق دے، اس طور سے کہ اللہ بندے کو کتاب و سنت کو، سلف صالحین صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ کرام کے منہج اور طریقے کو مضبوطی سے پکڑنے کی توفیق دے چاہے وہ عقیدہ ہو یا عبادت، یا دعوت و تبلیغ کا معاملہ ہو تمام امور میں ان کے طریقے پر چلنے کی توفیق دے۔

﴿الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي﴾ یعنی میں تمام امور میں دین کو لازم اور مضبوطی سے تھامے رہوں، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔ (سورۃ آل عمران: 103)

صحیح منہج اور طریقہ پر چلتے ہوئے دین کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھنا بندے کو گمراہی اور فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے، بندہ کبھی گمراہ نہیں ہوتا اور اس کے عقائد میں خرابی ہونے سے محفوظ رہتا ہے، اور جب بندہ دین کو مضبوطی سے نہیں پکڑتا اس پر صحیح طریقے سے عمل نہیں کرتا تو اس کا دین ضائع و برباد ہو جاتا ہے اور صحیح راستے سے گمراہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾

اور اس شخص کا کہنا مت مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام ہمیشہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔ (سورہ الکھف: 28)

﴿وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ﴾ اس میں دنیا کی اصلاح اور درستگی کی دعاء ہے یعنی دنیا کی وہ چیزیں عطا کر جس کی ضرورت ہوتی ہے اور اتنی مقدار

---

[1] صحیح مسلم: 2720۔

میں دے جو کافی ہو اور حلال ہو اور اللہ کی اطاعت پر مددگار ہو۔

﴿ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي ﴾ یعنی اس میں (دنیا میں) میری روزی اور معیشت ہے اور میری زندگی کا وقت ہے اس دنیا میں ہر انسان کی روزی روٹی، رزق اور زندگی مقرر اور محدود ہے اس کو پورا کئے بغیر کوئی نہیں مرتا۔

﴿ وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي ﴾ اس میں آخرت کی اصلاح و درستگی کی دعاء ہے اور اسکی اصلاح اللہ کی مہربانی اور توفیق سے ممکن ہے کہ اللہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرنے کی توفیق دیں اور خاتمہ بالخیر ہو، اچھے اعمال پر خاتمہ ہو اور جنت میں داخلہ اور اسکی نعمتوں کا ملنا یہ سب آخرت کی اصلاح میں داخل ہے۔

﴿ الَّتِي فِيهَا مَعَادِي ﴾ یعنی آخرت ہی میرے لوٹنے کی جگہ ہے اور میرے لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ﴾ (سورہ النجم: 31)

تاکہ وہ ان لوگوں کو جنھوں نے برائی کی، اس کا بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے بھلائی کی، بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔

﴿ وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ ﴾ یعنی میری عمر لمبی کر دے تاکہ میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کا سبب ہو اسلئے کہ ایک مومن کی عمر کا لمبا ہونا خیر و نیک اعمال میں برکت کا ذریعہ ہے۔

﴿ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ ﴾ میری موت اور میرے اس دنیا سے نکل جانے کو میرے لیے گناہ و غفلت کے ذریعے فتنوں، امتحان اور آزمائش سے راحت و سکون کا ذریعہ بنا دیں۔

ایک مومن جب اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے تو وہ راحت اور سکون پاتا ہے اور اس کے ثواب اور نعمتوں سے کامیاب ہو جاتا ہے۔

ہم اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں۔

# سنتِ نبوی کی جامع دعائیں (۵)

9) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا﴾ "اے اللہ! مجھے اس علم سے فائدہ پہنچا جو تو نے مجھے سکھایا، اور مجھے وہ علم سکھا جو میرے لیے نفع بخش ہو، اور میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔[1]

اس حدیث میں علم سے متعلق انتہائی جامع دعاء کو ذکر کیا گیا ہے اور یہ تین اہم جملوں پر مشتمل ہے۔

پہلا جملہ: ﴿اللَّهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي﴾ اس میں اللہ رب العزت سے علم سے فائدہ اٹھانے کا سوال کیا گیا ہے یعنی جو علم سیکھا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنا اسلئے کہ علم حاصل کرنے کا مقصد اس علم پر عمل کرنا، شریعت کا ہر علم یہ وسیلہ ہے اس کے ذریعے اللہ رب العزت کی عبادت کرنا، شریعت اسی لیے اتاری گئی ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور یہی انبیاء کے بھی بھیجے جانے کا مقصد ہے، بلکہ بہت ساری دلیلیں ہیں جس میں ان لوگوں کو دھمکی اور ڈرایا گیا ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد اس علم کے مطابق عمل نہیں کرتے، اور قیامت کے دن آدمی سے اس کے علم کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے اپنے علم پر عمل کیا کہ نہیں اگر اس نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا تو وہ علم اس کیلئے ہلاکت و بربادی اور شرمندگی کا باعث ہوگا۔

اسی لیے اس دعاء میں نفع بخش علم کا سوال کرنے سے پہلے علم حاصل کرنے کا جو مقصد ہے (عمل) اس کا سوال کیا گیا ہے اسلئے کہ اگر علم سے فائدہ حاصل نہیں ہوا تو وہ علم اس کے حاصل کرنے والے کیلئے وبال اور اس کے خلاف حجت ہوگا۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ

اور قرآن تیرے لئے حجت ہے یا تیرے خلاف حجت ہے۔[2]

یعنی اگر تو قرآن کی تعلیمات پر عمل کیا تو قرآن تیرے لئے حجت ہے یعنی تیرے حق میں سفارش کریں گا اور اگر تو قرآن پر عمل نہیں کیا تو وہ تیرے خلاف حجت ہے یعنی تیرے خلاف گواہی دیں گا۔

آدمی کو بسا اوقات علم حاصل کرنے کے بعد بھی خوشی اور سعادت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیکہ: سب سے اچھی دعاء یہ بھی ہے: ﴿اَللّٰهُمَّ لَا تجعلنِي عِبرَةً لِغَيرِي وَلَا تَجعَل أَحداً أَسعَدُ بِمَا عَلّمتَنِي مِنِّي﴾ اے اللہ مجھے دوسروں کیلئے عبرت مت بنا اور کسی کو مجھ سے زیادہ سعادت مندمت بن اس سے جو تو نے مجھے سکھایا۔[3]

دوسرا جملہ: ﴿وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي﴾ اس میں اللہ رب العزت سے نفع بخش علم کا سوال کیا گیا ہے یعنی شریعت کا وہ علم جس کا حاصل کرنا

---

[1]) ترمذی:3599، ابن ماجہ:3833۔
[2]) صحیح مسلم:223۔
[3]) مجموع الفتاوی:14/307۔

بندے پر واجب ہے، عبادت کے احکام ومسائل اور معاملات کے اصول وضوابط وغیرہ، اللہ کے ناموں اور صفات کا علم حاصل کرنا اور اللہ جب اپنے بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق دیتا ہے، جیسا کہ حدیث میں اللہ کے رسول نے بیان کیا ہے: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔[1]

اور یہ فضیلت صرف علم حاصل کر لینے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ علم کے ساتھ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

ابن قیم کہتے ہیکہ: اس حدیث کا مفہوم یہ ہیکہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ نہیں دیتا ہے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہیں کرتا جیسا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔ اور دین کی سمجھ سے مراد اس علم کے مطابق عمل کرنا صرف علم حاصل کر لینا یہ دین کی سمجھ پر دلالت نہیں کرتا بیشک دین کی سمجھ شرط ہے بھلائی حاصل کرنے کیلئے۔[2]

اور اللہ کے رسول اس علم سے پناہ مانگتے تھے جو علم فائدہ مند نہ ہو۔[3]

تیسرا جملہ: ﴿وَزِدْنِي عِلْمًا﴾ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (سورہ طہ:114)

علامہ ابن سعدی کہتے ہیکہ: اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ علم میں زیادتی کا سوال کرے، بیشک علم خیر ہے اور خیر کی زیادتی کا، اضافے کا سوال کرنا جائز ہے، اور یہ اللہ کی جانب سے ہے، علم کے اضافے کیلئے کوششیں کرنا، علم کا شوق رکھنا اور ہر وقت اللہ سے سوال کرنا اور مدد طلب کرنا اور اس کی طرف محتاج ہونا یہ علم میں اضافے کے راستے ہیں۔

بندہ برابر خیر پر ہوتا ہے جب تک وہ نفع بخش علم حاصل کرنے کیلئے کوششیں کرتا رہتا ہے اور اپنے علم سے فائدہ اٹھاتے رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملاقات کرتا ہے پس وہ اس پر انعام کرتا ہے۔

ایک ضروری تنبیہ یہ ہیکہ: جو شخص اللہ سے دعاء کرتا ہیکہ: اللہ اسے نفع بخش علم دیں، یا وہ یہ دعاء کرتا ہیکہ وہ اپنے علم سے فائدہ اٹھائے یا وہ علم میں زیادتی اور اضافے کا سوال کرتا ہے۔ اس کیلئے ضروری ہیکہ وہ ان جائز اسباب اور وسائل کو اختیار کریں تا کہ اسے نفع بخش علم حاصل ہو جائے اور وہ اس علم سے فائدہ اٹھا سکے، اس کے مقام ومرتبہ میں ترقی ملے تو اس کیلئے صرف اسباب کو اختیار کئے بغیر دعاء کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔

بیشک جن قرآنی ونبوی دعاؤں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا جس کے ذریعے دعاء کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے تو ان دعاؤں کے لوازمات وضروریات کے پیچھے چلنا اور اس کی پیروی کرنا ضروری ہے، پس اللہ سے ہدایت کا سوال کرنا اس بات کا متقاضی ہے کہ ان تمام اسباب ووسائل کو اختیار کیا جائے جس سے علمی وعملی ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔[4]

---

[1] صحیح بخاری:71، صحیح مسلم:1037۔
[2] مفتاح دار السعادہ:1/246۔
[3] صحیح مسلم:2722۔
[4] مجموع الفوائد لابن سعدی: ص:97۔

اسی طرح سے اللہ سے علم کا سوال کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہیکہ ان تمام اسباب ووسائل کو اختیار کیا جائے جس سے علم حاصل کیا جاتا ہے اور جسے بروئے کار لانے سے وہ علم فائدہ مند ہوتا ہے۔

ابن قیم نے ان وسائل کو چھ (6) نقاط میں بیان کیا ہے۔

ابن قیم کہتے ہیکہ: یہ چھ (6) وسائل ہیں:

وہ کہتے ہیکہ: علم کے چھ (6) مراتب ہیں:

أول: اچھی طریقے سے سوال کرنا۔

دوم: خاموش رہنا اور باتوں کو بہت دھیان سے سننا۔

سوم: اچھی طرح سمجھنا۔

چوتھا: حفظ کرنا، یاد کرنا۔

پانچواں: سیکھنا۔

چھٹا: اس کے مطابق عمل کرنا اور اس کے حدود کی رعایت کرنا اور یہی علم کا ثمرہ اور فائدہ ہے۔[1]

اگر کوئی ان چھ باتوں کے خلاف عمل کرتا ہے تو وہ علم سے محروم ہوگا یعنی سوال نہ کرنا، خاموش نہ رہنا اور غور سے دھیان لگا کر نہ سننا، صحیح طرح سے نہ سمجھنا، یاد نہ کرنا، علم کو نہ پھیلانا اور اسے نہ سیکھنا، علم پر عمل نہ کرنا۔

بہت سے بندے ایسے ہوتے جو علم کے بہت محتاج ہوتے ہیں وہ اپنے رب سے دعاء کرتے ہیکہ وہ انہیں نفع بخش علم دے اور اس علم سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اور علم وعمل میں بلند درجات کا سوال کرتے ہیں۔

بندہ کھانے پینے کی ضرورت سے زیادہ علم کا محتاج ہے، بندہ کو دن میں دو سے تین مرتبہ کھانے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اسے علم کی ضرورت تمام اوقات میں پڑتی ہے۔[2]

کھانا، پینا یہ بدن کی غذا ہے اور علم روح کی غذا ہے اور بغیر روح کے بدن مردہ ہوتا ہے۔

اسی طرح کا قول امام احمد سے بھی منقول ہے۔

ہم اللہ سے سوال کرتے ہیکہ وہ ہمیں علم سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے، ہمیں نفع بخش علم دے اور ہمارے علم میں اضافہ کر بیشک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

---

[1]) مفتاح دار السعادہ: 1/ 511۔

[2]) مفتاح دار السعادہ: 1/ 301۔

# استعاذہ کی حدیثیں (۱)

یعنی وہ احادیث جس میں پناہ طلب کی گئی ہے۔

اللہ کے نبی کریم ﷺ کی دعاؤں میں سے کچھ دعائیں ایسی ہیں جس میں مختلف چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے جو اس طرح کی دعاؤں کی اہمیت وفضیلت اور ان کا بہت زیادہ اہتمام کرنے پر دلالت کرتی ہے. اور اس طرح کی بہت سی احادیث ہیں جس میں پناہ طلب کی گئی.

استعاذہ کے باب میں تین باتوں کا جاننا ضروری ہے.

اول: ﴿اَلإِسْتِعَاذَةُ﴾ استعاذہ کا معنی جاننا۔

استعاذہ یعنی پناہ طلب کرنا

علامہ ابن قیم کہتے ہیکہ: لفظ" عاذ" حفاظت، نجات، احتیاط پر دلالت کرتا ہے،

استعاذہ یعنی کسی خوفناک چیز سے بھاگنا اس کی طرف جو اس خوفناک چیز سے تمھاری حفاظت کرے اسی لئے جس کے ذریعے پناہ طلب کی جاتی ہے اسے" معاذ" یا" ملجا" کہا جاتا ہے.[۱]

دوم: ﴿اَلْمُسْتَعَاذُ بِهِ﴾ یعنی جس سے پناہ طلب کی جائے اس کے بارے میں جاننا.

وہ ذات جس کی طرف یا جس کے ذریعے پناہ مانگی جائے، جس کی طرف پناہ لی جائے، جس کی طرف بھاگا جائے اور وہ اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، اسی کے ذریعے پناہ طلب کی جائے گی، اس کی مخلوق میں سے کسی کے بھی ذریعے پناہ نہ مانگی جائے، وہی اللہ پناہ مانگنے والوں کو پناہ دیتا ہے، ہر قسم کی برائی اور شر سے ان کی حفاظت کرتا ہے اور اسے دور کرتا ہے.

اکیلے اللہ سے پناہ طلب کرنا اور کسی اور سے پناہ نہ مانگنا ایک عظیم عبادت ہے اور یہی اخلاص اور توحید کو ثابت کرنا ہے جس پر دنیا وآخرت کی کامیابی کا دارومدار ہے.

اور اللہ کے علاوہ کسی اور کے ذریعے پناہ مانگنا سرکشی اور بہت بڑا گناہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مومن جنوں کے بارے میں بیان کرتا ہیکہ: ﴿

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾

اور یہ کہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔ (سورۃ الجن:6)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیکہ: جاہلیت میں انسان کسی وادی میں رات گزارتا تو کہتا، میں اس وادی کے عزیز کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں تو اس بات نے ان کے گناہ میں اضافہ کر دیا.[۲]

---

[۱]) بدائع الفوائد: 2/200۔

[۲]) تفسیر طبری: 23/322۔

اللہ کے علاوہ کسی اور سے پناہ مانگنا شرک ہے۔اسی لیے بندوں کو صرف اللہ سے پناہ مانگنے اور اور اسکے علاوہ سے پناہ مانگنے سے بچنے کی تعلیم دینے کے لئے دو سورتیں نازل کی گئی اور اسی طرح بہت سی مسنون دعائیں بتائی گئی ہے کہ بندہ ان دعاؤں کا اہتمام کریں.

بندوں کیلئے لازمی اور ضروری ہیکہ وہ جان لے کہ مخلوق کے لئے اللہ کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے،کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے،کوئی نجات کی جگہ نہیں ہے،اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے ذریعے سے پناہ طلب کی جائے سوائے اللہ کے جو ان کا خالق و رب ہے تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہے.

اور یہ تمام باتیں توحید کو ثابت کرنا ہے کہ بیشک اس کے علاوہ کوئی رب اور خالق نہیں ہے،مخلوق اپنے لئے یا دوسروں کے لئے نفع و نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتی اور نہ ہی زندگی و موت کا اختیار رکھتی ہے بلکہ تمام معامالت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

سوم:﴿اَلْمُسْتَعَاذُمِنْهُ﴾یعنی کن کن چیزوں اور باتوں سے پناہ مانگی جائے اس کا جاننا ضروری ہے۔

قرآن اور حدیث میں بہت سی چیزیں ہیں جن سے پناہ طلب کی گئی ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جو موجود ہے اسے دور کرنے کو طلب کرنا اس سے پناہ مانگنا۔

دوسری قسم: جو موجود نہیں ہے اس سے پناہ مانگنا کہ وہ وجود میں نہ آئے۔

اسی طرح خیر کا سوال کرنے کی بھی دو قسم ہیں:

پہلی قسم: جو خیر و بھلائی موجود ہے اس کے باقی اور ثابت رہنے کو طلب کرنا۔

دوسری قسم: جو خیر موجود نہیں ہے اسے حاصل کرنے کی دعاء کرنا۔

اور یہی چار چیزیں ہیں جس کا بندہ اللہ رب العزت سے سوال کرتا ہیں اور دعاء کا دارومدار بھی اسی پر ہے.

چندان احادیث کا ذکر کیا جائیں گا اور اس کے الفاظ کی مختصر تشریح کی جائے گی جس میں پناہ طلب کی گئی ہے.

1) عن أبي بكر الصديق أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:الشركُ فيكم أخفى من دبيبِ النملِ وسأدلُك على شيءٍ إذا فعلتَه أذْهَبَ عنك صَغارُ الشركِ و كبارُه تقولُ: "اللهمَّ إني أعوذُ بك أنْ أُشرِكَ بك وأنا أعلمُ وأستغفرُك لما لا أعلم".

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: شرک تمھارے درمیان ایک چیونٹی کے رینگنے سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے، کیا میں تمہیں ایسے چیز کے بارے میں نہ بتاؤ کہ اگر تم اس کو کہو تو تم سے چھوٹا، بڑا ہر شرک ختم ہو جائے؟ تو تم کہو:﴿اللهمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ أَنْ أُشرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعلَمُ وَأَستَغفِرُكَ لِمَا لَا أَعلَمُ﴾ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ شرک کرو اور مجھے علم ہو اور تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو میں نہیں جانتا.[1]

اور اسی کی شاہد ایک دوسری حدیث ہے:أَبُو مُوسَى، فَقَالَ : خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : أَيُّهَا

[1] الأدب المفرد:716۔

النَّاسُ اتَّقُوا الشِّرْكَ، فَإِنَّهُ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ فَقَالَ مَنْ شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ: وَ كَيْفَ نَتَّقِيهِ يَا رَسُولَ اللهِ، وَهُوَ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ؟ قَالَ: "قُولُوا: اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهُ وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُ.

ابوموسی اشعری کہتے ہیکہ: اللہ کے رسول نے ہمیں خطبہ دیا اور کہا: اے لوگوں شرک سے بچو، شرک تمھارے درمیان ایک چیونٹی کے رینگنے سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے۔ پس جس کے لئے اللہ نے چاہا اس نے کہا: کیسے ہم شرک سے بچیں اے اللہ کے رسول: تو آپ نے کہا کہ: تم کہو: اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهُ وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُ. اے اللہ ہم تیری پناہ چاہتا ہوں کہ ہم تیرے ساتھ شرک کریں اور جس کا ہمیں علم ہو اور ہم تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں جو ہم نہیں جانتے۔[1]

اس حدیث میں سب سے بڑی برائی اور سب سے بڑے گناہ سے اللہ سے پناہ طلب کی گئی ہے، بیشک اللہ کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا ظلم اور گناہ ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، جب کہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ (سورۃ لقمان: 13)

اللہ کا فرمان: ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا ﴾

بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔ (سورۃ النساء: 48)

اللہ کا فرمان: ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾

بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کے ساتھ شریک بنائے تو یقیناً وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹکنا۔ (سورۃ النساء: 116)

اسی طرح بہت سی آیات میں شرک کی خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے۔

سابقہ حدیث میں بیان کیا گیا ہیکہ شرک چیونٹی کے رینگنے سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے کہ وہ دھیرے دھیرے بندے کے دل میں داخل ہوتے رہتا ہے اور بندہ جانتا تک نہیں، اسلئے اس سے بچنا اور اس کے بارے میں جاننا ضروری ہے تاکہ بندہ اس سے بچے اور اجتناب کرے اور ساتھ ہی اللہ رب العزت سے پناہ مانگے کہ وہ اسے شرک کی تمام قسموں اور اسکے شر اور اسکے برے انجام سے محفوظ رکھے، اسی لئے

[1] مسند احمد: 4/ 403۔

اللہ کے رسول نے اس حدیث میں اپنی امت کی رہنمائی کی ہے اور انہیں بتایا کہ وہ اللہ رب العزت سے ہر قسم کے شرک سے پناہ مانگے چاہے بندہ اسے جانتا ہو یا نہیں جانتا ہو. اور کہے: ﴿اللهمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ أَنْ أُشرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعلَمُ وَأَستَغفِرُكَ لِمَا لَا أَعلَمُ﴾
یہ انتہائی عظیم دعاء ہے جس کی بندے کو بہت زیادہ ضرورت ہے کہ وہ اس دعاء کا اہتمام کریں.
اللہ ہمیں ہر قسم کے شرک سے پناہ دے جو ہم جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے اور ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے.

## استعاذہ کی حدیثیں (۲)

(یعنی وہ احادیث جس میں پناہ طلب کی گئی ہے)

2) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي، أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ﴾ یعنی اے پروردگار! میں تیرا فرمانبردار ہو گیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسا کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری مدد سے دشمنوں سے لڑا۔ اے مالک میرے! میں تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کوئی برحق معبود نہیں سوائے تیرے، اس بات سے کہ تو بھٹکا دے مجھ کو، تو وہ زندہ ہے جو کبھی نہیں مرتا، جن اور آدمی مرتے ہیں.[1]

﴿اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ﴾ یعنی میں نے تیرے احکامات کی پیروی کی اور تیری منع کردہ چیزوں سے رک گیا اور تیرے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا. اور جار مجرور کو مقدم کرنا قصر اور اختصاص کا فائدہ دیتا ہے یعنی میں صرف تیرے احکامات کی پیروی کرتا ہوں تیرے علاوہ دوسرے کی نہیں۔

﴿وَبِكَ آمَنْتُ﴾ یعنی تیری بلند ذات وصفاتِ کاملہ پر ایمان لایا یعنی میں نے اقرار کر لیا، اللہ پر ایمان لانے میں داخل ہیکہ ان تمام باتوں پر ایمان رکھنا جس کا اللہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے، فرشتوں پر، رسولوں پر، اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنا.

﴿وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ﴾ یعنی میں نے اپنے تمام معاملات کو تیرے حوالے کر دیا۔

[1] صحیح مسلم: 2717۔

﴿وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ﴾ یعنی میں تیری عبادت کی طرف لوٹ آیا اور جو چیزیں تجھ سے قریب کرتی ہے اور ان تمام باتوں سے اپنے آپ کو روک لیا جو تیری عبادت سے روکتی ہے۔

﴿وَبِكَ خَاصَمْتُ﴾ یعنی میں تیرے ذریعے ہی حجت اور دلیل پکڑتا ہوں تیرے ہی ذریعے دفاع کرتا ہوں یعنی جو تو نے مجھے دلیلیں عطا کی ہے اس کے ذریعے تیرے اور تیرے دین کے دشمنوں سے جھگڑتا ہوں، ان مضبوط دلیلوں کے ذریعے ان کا غلبہ ختم کرتا ہوں اور ان کی دلیلیں، سنت کی دلیلوں کے ذریعے کمزور پڑ جاتی ہے اور یہ سب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی وجہ سے ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

جو شخص اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لے تو یقینا اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔ (سورۃ آل عمران:101)

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ﴾ یعنی اس میں اللہ کی صفات میں سے ایک صفت "العزۃ" عزت کے ذریعے پناہ مانگی گئی ہے، العز سے مراد قوت وطاقت، سختی، غلبہ ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ﴾ یعنی اللہ ہی کیلئے قوت وغلبہ ہے۔

﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ﴾ یعنی اس میں اللہ کی وحدانیت (اکیلے ہونے) کا اقرار اور گواہی دی گئی یعنی اللہ کے سوا کوئی حقیقت میں عبادت کے لائق نہیں صرف اللہ ہی سچا معبود ہے۔

﴿أَنْ تُضِلَّنِي﴾ یعنی میں تیری عزت کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے گمراہ کردیں اور وہ متعلق ہے: أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ

اس میں اس بات کا بیان ہیکہ ھدایت اور گمراہی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ (سورۃ الکھف:17)

جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کردے، پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔

اللہ کا فرمان: ﴿مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

جسے اللہ چاہے گمراہ کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔ (سورۃ الانعام:39)

اللہ کا فرمان: ﴿وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ [36] وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّضِلٍّ﴾ (سورۃ الزمر:36-37)

اور جسے اللہ گمراہ کردے پھر اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔ [36] اور جسے اللہ راہ پر لے آئے، پھر اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن سَبِيلٍ﴾

اور جسے اللہ گمراہ کردے، پھر اس کے لیے کوئی بھی راستہ نہیں۔ (سورۃ الشوریٰ:46)

﴿أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ اس میں اللہ کی تعریف بیان کی گئی اس کی صفاتِ کاملہ کے ذریعے، اور وہ یہ ہیکہ اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور وہ نقص وعیب اور فناء ہونے سے پاک ہے۔

﴿وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ﴾ اس میں اس بات کی تاکید ہیکہ صرف اللہ ہی کیلئے حیات کامل ہے اسکے علاوہ جتنے بھی ہے سب مرنے

والے ہیں، اور اعتماد و بھروسہ اسی پر کرنا ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے جسے موت نہیں آئے گی، اور ان زندہ لوگوں پر بھروسہ نہیں کیا جائے گا جو مرنے والے ہیں تو پھر مردوں پر کیسے بھروسہ کیا جائے،

اللہ کا فرمان: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾

اور اس زندہ پر بھروسا کر جو نہیں مرے گا۔ (سورۃ الفرقان:58)

اللہ کا فرمان: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾

اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔ (سورہ آل عمران:2)

3) عَنْ مُصْعَبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: تَعَوَّذُوا بِكَلِمَاتٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ. سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ ان کلمات کے ذریعہ اللہ کی پناہ مانگو جن کے ذریعہ نبی کریم ﷺ پناہ مانگتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ﴾ "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے، تیری پناہ مانگتا ہوں بخل سے، اس سے کہ ناکارہ عمر کو پہنچوں، تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کی آزمائش سے اور قبر کے عذاب سے۔"[1]

اس دعاء میں پانچ چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہیں:

پہلی: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ﴾ بزدلی سے پناہ مانگنا اور یہ شجاعت و بہادری کی ضد ہے۔

یعنی چیزوں سے ڈرنا اور اسکو کرنے سے پیچھے ہٹنا، اور یہ دل کی کمزوری اور نفس میں ڈر کی وجہ سے ہوتا ہے، اور یہ بری صفات میں سے ہے جو ایک مومن کیلئے درست نہیں ہے۔

دوسری: ﴿وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ﴾ بخیلی اور کنجوسی سے پناہ مانگنا یعنی مال کی زکوۃ نہ دینا کسی مانگنے والے کو نہ دینا، یا کچھ بھی نہ دینا اور یہ بری صفت ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔ (سورۃ آل عمران:180)

تیسری: ﴿وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ یعنی بدترین عمر کی طرف لوٹنے سے، بہت زیادہ بوڑھا ہونے سے پناہ مانگنا،

[1] صحیح بخاری:6374۔

آدمی جب بہت زیادہ بوڑھا ہوجاتا ہے تو اس کی عقل کمزور ہوجاتی ہے، وہ بہت کم سمجھتا ہے، اس کا جسم کمزور ہوجاتا ہے وہ ایک چھوٹے بچے کی طرح ہوجاتا ہے۔

اسی طرح بہت زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے اسے کسی بات کا علم نہیں ہوتا اور وہ عبادات بھی صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا جس کیلئے پیدا کیا گیا ہے اسی لئے اللہ سے ایسے بڑھاپے سے پناہ مانگنا مطلوب ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ہی تم سب کو پیدا کیا ہے وہی پھر تمہیں فوت کرے گا، تم میں ایسے بھی ہیں جو بدترین عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے بوجھنے کے بعد بھی نہ جانیں۔ بیشک اللہ دانا اور توانا ہے۔ (سورۃ النحل:70)

چوتھی: ﴿ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا ﴾ دنیا کے فتنے سے پناہ مانگنا یعنی دنیا اور اسکی چیزوں کی خواہش رکھنا جو اللہ سے اور اسکی عبادت سے غافل کردے، دور کردے اور دلوں پر پردہ پڑ جائے کہ پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور احسانات کو بھول جائے۔

اللہ کا فرمان: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ﴾

لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ (سورۃ آل عمران:14)

پانچویں: ﴿ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ﴾ قبر کے عذاب سے پناہ مانگنا جو عذاب برزخ کی زندگی میں بدن اور روح دونوں کو دیا جائے گا جو اس کا مستحق ہوگا، جیسا کہ اللہ نے فرعون اور اسکے پیروکاروں کے بارے میں بتایا: ﴿ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ [45] النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾

آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ [45] جو آگ ہے، وہ اس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔ (سورۃ غافر:45-46)

اس دعاء میں قبر کے عذاب کی دلیل ہے اسلئے اس سے پناہ مانگی گئی ہے اور ان لوگوں کا جواب موجود ہے جو قبر کے عذاب کا انکار کرتے ہیں۔

## استعاذہ کی حدیثیں (۳)

(یعنی وہ احادیث جس میں پناہ طلب کی گئی ہے)

4) أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ﴾ "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے اور بہت زیادہ بڑھاپے سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کی آزمائشوں سے۔"[1]

### اس دعاء سات چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہیں:

پہلی: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ﴾ عاجزی سے پناہ مانگنا اور یہ قدرت رکھنا کی ضد ہے یعنی قوت وطاقت نہ ہونے کی وجہ سے کسی بھی کام کو کرنے سے پیچھے ہٹنا، یعنی قوت وطاقت کا ختم ہو جانا۔ اوران دونوں سے پناہ مانگنا بہتر ہے۔

اسی لئے عاجزی سے پناہ مانگی گئی ہیکہ تا کہ بندہ عاجزی کی وجہ سے عبادتوں کو ادا کرنے سے عاجز نہ ہوکہ بندہ گناہوں کا ارتکاب کرنا شروع کر دے اس لئے کہ گناہوں کا ارتکاب کرنا یہ عبادتوں کو انجام دینے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

دوسری: ﴿وَالْكَسَلِ﴾ سستی اور کاہلی سے پناہ مانگنا یعنی بندے کے پاس قدرت، قوت وطاقت ہونے کے باوجود وہ عبادت نہیں کرتا، نیک اعمال نہیں کرتا، اپنے بدن کو آرام وسکون دیتا ہے اوراس کی وجہ سے نفس میں اچھے کاموں کی خواہش اور دلچسپی نہیں ہوتی۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیکہ: عاجزی اور سستی دو دوست کی طرح ہے، بندے کا کسی فائدے سے، عبادت سے پیچھے ہٹنا یا تو اسکی عاجزی اور قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے ہے یا پھر قدرت اور طاقت رکھنے کے باوجود سستی اور کاہلی کی وجہ سے وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے، سستی اور کاہلی پر جتنا

---

[1] صحیح بخاری: 6367، صحیح مسلم: 2706۔

زیادہ ملامت کیا جاتا ہے اتنا عاجزی پر نہیں کیا جاتا بلکہ عاجزی یہ سستی اور کاہلی کا نتیجہ ہے کہ بندہ قدرت رکھنے کے باوجود کوئی کام نہ کرے تو یہ اس کے ارادے کو کمزور کر دیتا ہے. اور اسے عاجزی کی طرف لے جاتا ہے۔ [1]

اسلئے اللہ کے نبی کریم ﷺ نے عاجزی اور سستی سے پناہ مانگی کیونکہ یہ دونوں بندے کو واجبی حقوق ادا کرنے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں بندے کو روکتے ہیں اور فائدہ منداشیاء کو حاصل کرنے سے منع کرتے ہیں.

تیسری: ﴿وَالْجُبْنِ﴾ اس کی تشریح اس سے پہلے دعاء میں گزرچکی ہے۔

چوتھی: ﴿وَالبُخل﴾ اس کی تشریح اس سے پہلے دعاء میں گزرچکی ہے۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیکہ: بزدلی اور بخیلی (کنجوسی) ایک دوسرے کے دوست ہیں، بیشک احسان کرنے سے دل خوش ہوتا ہے، سینہ کھل جاتا ہے، نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، مصیبتیں دور ہوتی ہے اور اس کو چھوڑنے سے دل اور سینہ تنگ ہو جاتا ہے، نعمتیں رک جاتی ہے اور مصیبتیں آتی ہے۔

﴿وَالْجُبْنِ﴾: بزدلی یعنی جسم اور بدن کے ذریعے احسان نہ کرنا۔

﴿وَالبُخل﴾: کنجوسی یعنی مال و دولت کے ذریعے احسان نہ کرنا۔ [2]

اسلئے کہ بندہ احسان یا تو اپنے بدن سے کرتا ہے یا اپنے مال سے کرتا ہے، بزدلی جسم کے ذریعے فائدہ پہنچانے سے روکتی ہے، اور کنجوسی مال کے ذریعے فائدہ پہنچانے سے روکتی ہے. [3]

پانچویں: ﴿وَالْهَرَمِ﴾ بہت زیادہ بوڑھا ہونے سے پناہ مانگنا یعنی جب انسان کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کے حواس اور قوت کمزور ہو جاتی ہے، اسکی سمجھ بوجھ بھی کمزور ہو جاتی ہے وہ شک وشبہ کا شکار ہو جاتا ہے اسلئے اس سے پناہ مانگی گئی ہے.

علامہ شوکانی کہتے ہیکہ: اگر لمبی عمر کے باوجود حواس صحیح سالم ہو اور باتوں کو صحیح طرح سے سمجھ سکے تو لمبی عمر کی دعاء کرنا مناسب ہے اسلئے کہ مومن کی عمر کا لمبا ہونا خیر اور ثواب کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے. [4]

ایک حدیث میں بیان ہے کہ: خَيرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ وَ شَرُّ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ

لوگوں میں سب سے بہتر شخص وہ ہے: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہو اور لوگوں میں سب سے بدتر شخص وہ ہے: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برا ہو. [5]

مسلسل اطاعت وفرمانبرداری کرنا، عبادتوں کا اہتمام کرنا بڑھاپے میں حواس اور سمجھنے بوجھنے کی صلاحیتوں کی حفاظت کرنے اور مسلسل عبادت کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

---

[1] مفتاح دارالسعادہ: 1/ 376۔
[2] طریق الهجر تین: ص: 460۔
[3] مفتاح دارالسعادہ: 1/ 376-377۔
[4] تحفۃ الذاکرین: ص: 348۔
[5] ترمذی: 2330، مسند احمد: 5/ 40۔

حدیث میں ہیکہ: احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ

اللہ کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کریں گا۔[1]

اسی طرح ذکرو اذکار کرنا، قرآن کی تلاوت کرنا بھی مددگار ثابت ہوگا.

عبدالملک بن عمیر کہتے ہیکہ: لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند قرآن کی تلاوت کرنے والا ہے.

امام شعبی کہتے ہیکہ: جو قرآن پڑھتا وہ بوڑھا نہیں ہوتا.[2]

چھٹی: ﴿وَأَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾ اس کے بارے میں تشریح گزر چکی ہے.

قبر کا عذاب برحق ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "أيُّها النَّاسُ اِستَعِيذُوا باللهِ من عذابِ القبرِ فإِنَّ عذابَ القبرِ حقٌّ"۔

اے لوگوں اللہ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگو بیشک قبر کا عذاب سچ ہے.[3]

ساتویں: ﴿وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ﴾ زندگی اورموت کے فتنے سے پناہ مانگنا.

ابن دقیق العید کہتے ہیکہ: زندگی کے فتنے سے مراد جو اس کی زندگی پیش آتے ہیں مثلاً دنیا کی خواہش، شہوات اور نفسانی خواہشات، جہالت وغیرہ اور سب سے بڑا فتنہ موت کے وقت خاتمے کا فتنہ.[4]

موت کے فتنے سے مراد موت کے وقت کا فتنہ، اسے موت کا فتنہ اسلئے کہا گیا ہیکہ: وہ موت سے قریب ہوتا ہے، موت کے وقت کی حالت موت جیسی ہوتی ہے۔اور جو جس چیز سے قریب ہوتا اس کا بھی وہی حکم ہوتا ہے۔

﴿وَأَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾ موت کے فتنے سے مراد قبر کے عذاب کا فتنہ ہے اسلئے کہ قبر کا عذاب فتنہ پر مرتب ہے۔یہ نہیں کہا گیا کہ: قبر کے عذاب کو زائل کرنا مقصود ہو۔اس لئے کہ فتنہ بہت عظیم اور سخت ہے اسلئے اللہ رب العزت سے اس فتنے کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے.

حافظ ابن حجر کہتے ہیکہ: زندگی اور موت کا فتنہ بہت سے معانی کو شامل ہے اسلئے بندے کو زیادہ سے زیادہ اس سے پناہ مانگنی چاہیے.

شیطان بہت زیادہ کوشش کرتا ہیکہ وہ موت کے وقت بنی آدم کو گمراہ کردے،

یقیناً اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "وَإِنَّمَا الأَعمَالُ بِخَوَاتِيمِهَا".

اعمال کا اعتبار تو خاتمہ پر ہے۔[5]

شیطان اس بات کی کوشش کرتا ہیکہ مومن بندے کا خاتمہ نیک اور اچھا نہ ہو.

---

[1] ترمذی:2516۔

[2] کتاب العمر والشیب لابن ابی الدنیا:ص:75۔

[3] مسند احمد:24520۔

[4] إحکام الأحکام شرح عمدۃ الأحکام:2/75-76۔

[5] صحیح بخاری:6493۔

عبداللہ بن امام احمد کہتے ہیکہ: جب میرے والد کی وفات کاوقت قریب تھا تو وہ کہہ رہے تھے: دور ہو، دور ہو. میں نے کہا: اے ابو آپ کس کو کہہ رہے ہو؟ تو کہا شیطان میرے پیر کے پاس کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے کہ: اے احمد مجھے فتویٰ دو. میں نے اس سے کہا: نہیں، دور رہو حتی کہ میں مرجاؤ.[1]

اللہ ہمیں اس سے پناہ دے.

# استعاذہ کی حدیثیں (۴)

(یعنی وہ احادیث جس میں پناہ طلب کی گئی ہیں)

5) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ : لَا أَقُولُ لَكُمْ إِلَّا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : كَانَ يَقُولُ : اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا.

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم سے وہی کہوں گا جو آپ ﷺ فرماتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا﴾ یااللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے عاجزی اور سستی اور نامردی اور بخیلی اور بڑھاپے سے اور قبر کے عذاب سے، یااللہ! میرے نفس کو تقویٰ دے اور پاک کر دے اس کو، تو اس کا بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اس کا آقا اور مولیٰ ہے، یااللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری اس علم سے جو فائدہ نہ دے اور اس دل سے جو تیرے سامنے نہ جھکے اور اس نفس سے جو آسودہ نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو.[2]

اس حدیث میں شروع کی جن چھ چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے پچھلی احادیث میں اس کے تعلق سے گفتگو ہو چکی ہے.

﴿اَللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا﴾ اس میں نفس کی پاکیزگی اور تقویٰ کا سوال کیا گیا ہے اور پھر چار چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے وہ یہ ہیں.

ایسے علم سے پناہ مانگی گئی ہے جو نفع بخش، فائدہ مند نہ ہو، ایسے دل سے پناہ مانگی گئی ہے جس میں خشوع وخضوع اور ڈر نہ ہو، ایسے نفس سے پناہ مانگی گئی ہے جو آسودہ، سیراب نہ ہوتا ہو، ایسی دعاء سے پناہ مانگی گئی ہے جو قبول نہ ہو، یہ انتہائی اہم چیزیں ہیں ان کے معنیٰ ومفہوم اور مقاصد کو سمجھنا بہت ضروری ہے.

---

[1] مناقب الامام احمد لابن جوزی: ص: 495۔

[2] صحیح مسلم: 2722۔

علامہ شوکانی کہتے ہیکہ: اس حدیث میں پہلے یہ دعاء کی گئی ہیکہ اللہ نفس کو پاکی اور تقویٰ دے یعنی اسے پاکیزہ بنادے اور اس میں مکمل ایمان کو ڈال دے۔

پھر ایسے علم سے پناہ مانگی گئی ہے جو نفع بخش، فائدہ مند نہ ہو اسلئے اس کا وبال اور نقصان صاحب علم پر ہوگا اور وہ علم اس کے خلاف حجت ہوگا،

پھر ایسے دل سے پناہ مانگی گئی ہے جس میں خشوع وخضوع اور ڈر نہ ہو اسلئے کہ اگر دل سخت ہو تو وعظ ونصیحت کی باتیں اس پر اثر نہیں کرتی، نہ اس میں کسی اچھائی اور نیکی کی خواہش ہوتی ہے اور نہ ہی وہ کسی برائی سے ڈرتا ہے،

پھر ایسے نفس سے پناہ مانگی گئی ہے جو آسودہ، سیراب نہ ہوتا ہو اسلئے کہ وہ دنیا کے ساز وسامان، اسکی لذتوں کو حاصل کرنے کیلئے لگا رہتا ہے، حرام مال کو استعمال کرنے لگتا ہے جو رزق اسے دیا جاتا ہے اس کیلئے کافی نہیں ہوتا، قناعت پسندی اختیار نہیں کرتا۔

پھر ایسی دعاء سے پناہ مانگی گئی ہے جو قبول نہ ہو اسلئے کہ اللہ ہی دینے اور منع کرنے والا، کشادگی کرنے والا ہے، وہی نفع ونقصان کا مالک ہے جب بندہ اپنی دعاؤں میں اس کی طرف متوجہ ہو اور وہ بندے کی دعاء کو قبول نہ کرے تو وہ نقصان میں پڑ جائے گا کون اسے نفع دے گا اور کون اس سے نقصان کو دور کریں گا۔[1]

﴿اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا﴾ قرآن میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

اللہ کا فرمان: ﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا [7] فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا [8] قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾

اور نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا! [7] پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی۔ [8] یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اسے پاک کرلیا۔ اور یقیناً وہ نامراد ہوگیا جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔ (سورۃ الشمس: 7-10)

اس میں اس بات کا بیان ہیکہ: اللہ بندوں کے تمام ظاہری وباطنی افعال واعمال کو پیدا کیا، وہ نفس میں جو چاہتا ہے تصرف کرتا ہے جب چاہتا ہے اس میں تقوی ڈال دیتا ہے اسے عیوب اور گناہوں سے پاک وصاف کردیتا ہے، بس بندہ ہر وقت ہر لمحہ اپنے رب کی ھدایت کا محتاج ہے کہ اللہ اس کے دل کو ھدایت دے دیں اور اسے اپنی اطاعت وفرمانبرداری میں لگا دے۔ اللہ کے نبی کریم ﷺ اللہ سے بہت زیادہ توفیق اور ھدایت کی دعاء کرتے تھے اسلئے کہ وہی دلوں کا مالک ہے اس میں جس طرح چاہتا ہے الٹ پھیر کرتا ہے۔ اور کوئی چیز نہیں ہے جس سے اتنا زیادہ خوف کھایا جائے۔

﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا﴾

بعض اہل علم نے کہا کہ: ان چار چیزوں کا وجود ان کے مقصد کے حاصل ہونے پر ہے۔

علم کو حاصل کرنے کا مقصد اس سے فائدہ حاصل ہونا ہے۔ اگر علم سے فائدہ حاصل نہ ہو تو وہ علم نقصان دہ اور وبال ہے اسی لئے ایسے علم سے پناہ مانگی گئی ہے۔

---

[1] تحفۃ الذاکرین: ص: 350-351۔

دل کو اسلئے پیدا کیا گیا تا کہ وہ رب کے سامنے جھکے، خاکساری اختیار کرے، اسی کی وجہ سے سینہ بھی کھل جاتا ہے اگر دل اس طرح نہ ہو تو وہ سخت ہو جاتا ہے تو ایسے دل سے پناہ مانگنا واجب ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔ (سورۃ الزمر: 22)

نفس جب دنیا کے پیچھے لگ جاتا ہے، دنیا کی خواہش اس میں زیادہ ہو جاتی ہے تو وہ آسودہ نہیں ہوتا جتنا اس کے پاس ہے وہ اس کیلئے کافی نہیں ہوتا وہ اور زیادہ کی خواہش کرتا ہے تو ایسا نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے ایسے نفس سے پناہ مانگنا ضروری ہے۔

جب دعاء قبول نہیں ہوتی تو دعاء کرنے والے کو نہ اس کا علم اور عمل فائدہ پہنچاتا ہے اور نہ ہی اس کا دل جھکتا ہے اور نہ ہی اس کا نفس آسودہ ہوتا ہے، واللہ اعلم۔[1]

6) عن أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کہتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ﴾ "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم والم سے، عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے، بخل، قرض چڑھ جانے اور لوگوں کے غلبہ سے۔"[2]

## اس حدیث میں آٹھ چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہیں:

پہلی اور دوسری: ﴿الْهَمِّ وَالْحَزَنِ﴾ یہ دونوں ایک درد کی طرح ہے جو دل کو پہنچتا ہے، دل کو دکھی کر دیتا ہے۔

الھم کا تعلق آنے والے درد سے ہے۔

الحزن کا تعلق گزرے ہوئے درد سے ہے یعنی ان دونوں کی وجہ سے بندہ بہت غمگین اور دکھی رہتا ہے اسلئے ان دونوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیکہ: ﴿الْهَمِّ وَالْحَزَنِ﴾ ایک دوست کی طرح ہے ان دونوں میں فرق صرف اتنا ہیکہ دونوں میں دل دکھی اور غمزدہ ہوتا ہے، دونوں میں دل کو ناپسندیدہ چیز پہنچتی ہے لیکن ایک کا تعلق ماضی سے اور دوسرے کا تعلق مستقبل سے ہے۔ پہلا: الحزن اور دوسرا: الھم ہے۔[3]

تیسری اور چوتھی: ﴿الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ﴾ ان دونوں کے بارے میں بیان گزر چکا ہے۔

پانچویں اور چھٹی: ﴿وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ﴾ ان دونوں کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔

---

[1] الفتوحات الربانیہ لابن علان: 7/207۔

[2] صحیح بخاری: 6369، صحیح مسلم: 2706۔

[3] مفتاح دار السعادہ: 1/376۔

ساتویں اور آٹھویں: ﴿وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ﴾

﴿ضَلَعِ الدَّيْنِ﴾ یعنی قرض کے بوجھ سے، بہت زیادہ قرض سے پناہ مانگنا یہاں تک کہ آدمی قرض کے بوجھ کی وجہ سے جھک جاتا ہے کمزور ہو جاتا ہے جب اسے قرض کی ادائیگی کیلئے کچھ نہیں ملتا اور جب بار بار قرض ادا کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔

﴿غَلَبَةِ الرِّجَالِ﴾ سے مراد لوگوں کا غالب آنا، ظلم وزیادتی کرنا، سرکشی کرنا۔

ابن قیم کہتے ہیکہ: بندے کو دو طرح سے غلبہ حاصل ہوتا ہے (یعنی دو طرح سے بندے پر غلبہ آتا ہے)

پہلی: حق کے ذریعے غالب ہونا اور وہ "ضلع الدین" ہے یعنی قرض کا بوجھ جو بندے پر غالب آجاتا ہے۔

دوسری: باطل کے ذریعے غالب آنا یعنی بندے پر لوگوں کا غالب آنا۔

اللہ ہمیں قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ سے محفوظ رکھے۔[1]

---

[1]) مفتاح دار السعادہ: 1/377۔

## استعاذہ کی حدیثیں (۵)

(یعنی وہ احادیث جس میں پناہ طلب کی گئی ہے)

7)عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ، وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ عَنِّي خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ، وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ عَنِّي خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی سے، بہت زیادہ بڑھاپے سے، گناہ سے، قرض سے اور قبر کی آزمائش سے اور قبر کے عذاب سے اور دوزخ کی آزمائش سے اور دوزخ کے عذاب سے اور مالداری کی آزمائش سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں محتاجی کی آزمائش سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کی آزمائش سے۔ اے اللہ! مجھ سے میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو دے اور میرے دل کو خطاؤں سے اس طرح پاک وصاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے پاک صاف کر دیا اور مجھ میں اور میرے گناہوں میں اتنی دوری کر دے جتنی مشرق اور مغرب میں دوری ہے۔"[1]

### اس دعاء میں گیارہ چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہیں:

[1] صحیح بخاری:6368، صحیح مسلم:589۔

پہلی: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ﴾ اس کے بارے میں ذکر ہو چکا ہے۔

دوسری: ﴿وَالْهَرَمِ﴾ اس کے بارے میں ذکر ہو چکا ہے۔

تیسری: ﴿وَالْمَأْثَمِ﴾ یعنی جس کی وجہ سے گناہ ہوتا ہے یعنی گناہوں کے اسباب سے پناہ مانگنا۔

چوتھی: ﴿وَالْمَغْرَمِ﴾ یعنی جس کی وجہ سے قرض مانگنا پڑتا ہے یعنی قرض مانگنے کے اسباب سے پناہ مانگنا جیسے کوئی جرم ہوگیا یا کوئی معاملہ پیش آیا جسمیں قرض لینا پڑے۔ایک حدیث میں ہیکہ: نبی کریم ﷺ سے عرض پوچھا گیا کہ آپ ﷺ تو قرض سے بہت ہی زیادہ پناہ مانگتے ہیں! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ ، حَدَّثَ فَكَذَبَ ، وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ

جب کوئی مقروض ہو جائے تو وہ جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلاف ہو جاتا ہے۔[1]

المأثم کا تعلق اللہ کے حق سے ہے اور والمغرم کا تعلق بندے کے حق سے ہے۔

پانچویں: ﴿وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ﴾ یعنی قبر میں دو فرشتوں کا سوال کرنا۔

چھٹی: ﴿وَعَذَابِ الْقَبْرِ﴾ اس کے بارے میں ذکر گزر چکا ہے۔

ساتویں: ﴿وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ﴾ یعنی جہنم کے چوکیدار، خزانچی کا دھمکی کے طور پر سوال کرنا اور اسی بات کی طرف اللہ نے اشارہ کیا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ﴾ (سورۃ الملک:8)

جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟۔

آٹھویں: ﴿وَعَذَابِ النَّارِ﴾ اس کے بارے میں بیان گزر چکا ہے۔

نویں: ﴿وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى﴾ یعنی ایسی مالداری سے پناہ مانگنا جس کی وجہ سے تکبر اور غرور وگھمنڈ آجائے، برائی کرنے لگے، نعمتوں کی ناشکری کرنا، مال کے حقوق ادا کرنے، زکالنے سے بخیلی کرنا۔

دسویں: ﴿وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ﴾ فقیری کے فتنے سے مراد ایسی فقیری ومحتاجگی جس میں خیر وبھلائی نہ ہو جس کی وجہ سے انسان اس سے بچنے کیلئے کوئی بھی طریقہ اختیار کرلیتا ہے نہ حرام چیزوں کی پرواہ کرتا ہے جو ایک دیندار اور اچھے مسلمان کیلئے مناسب نہیں ہے۔

اور کہا گیا کہ فقیری سے مراد جس کی وجہ سے ناراضگی اور ناامیدی حاصل ہو اس شخص کیلئے جو صبر نہ کرتا ہو جو اسے اس ناراضگی سے منع کرے ، روکے اور نہ ہی اس کا ایمان مضبوط ہو جو اس سے اس کا دفاع کرے۔

اور کہا گیا کہ: فقیری سے مراد نفس کی فقیری ومحتاجگی ہے جسے دنیا کے بادشاہ اپنی تمام تر طاقت کے باوجود دور نہیں کر سکتے۔

امام نووی کہتے ہیکہ: نبی کریم ﷺ نے مالدار اور فقیری سے پناہ مانگی اسلئے کہ ان دونوں حالتوں میں فتنے میں واقع ہونے کا ڈر ہوتا ہے، فقیری میں ناراضگی، صبر نہ کرنا، حرام چیزوں میں واقع ہونے کا ڈر ہوتا ہے اور مالدار میں تکبر وغرور، بخیلی، کنجوسی، مال کا حق ادا نہ کرنا، مال کو ناجائز اور حرام کاموں میں خرچ کرنا ان باتوں کا ڈر ہوتا ہے۔[2]

---

[1] صحیح بخاری:832، صحیح مسلم:589۔

[2] شرح صحیح مسلم:17/ 28۔

گیارہویں:﴿ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ ﴾ دجال کے فتنے سے پناہ مانگنا اس لیے کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا فتنہ وآزمائش ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ......: إِنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ مُنْذُ ذَرَأَ اللهُ ذُرِّيَّةَ آدَمَ أَعْظَمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا، آپ کے خطبے کا اکثر حصہ دجال والی وہ حدیث تھی جو آپ نے ہم سے بیان کی، اور ہم کو اس سے ڈرایا، آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس میں یہ بات بھی تھی کہ: جب سے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے دجال کے فتنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں ہے۔[1]

امام شوکانی کہتے ہیکہ: دجال کے فتنے سے مراد اس کے ہاتھوں پر جو معاملات ظاہر ہوگے جس سے کمزور ایمان والے گمراہ ہوجائے گے جیسا کہ بہت سی احادیث میں اس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔[2]

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے تین چیزوں کی دعاء کی ہیں:

پہلی:﴿ اللَّهُمَّ اغْسِلْ عَنِّي خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ﴾

علامہ ابن قیم کہتے ہیکہ: اس حدیث میں ایک فقہ ہے یعنی بیماری کا علاج اس کی ضد، مخالف چیز سے کرنا بیشک گناہوں میں گرمی اور جلانا پایا جاتا ہے پس اس کی ضد ٹھنڈا پانی اور برف ہے، یہ نہیں کہا گیا کہ گرم پانی جو کہ گندگی کو ختم کرنے میں زیادہ مفید ہے لیکن ٹھنڈا پانی کا ذکر کیا گیا اسلئے کہ وہ جسم کو سخت اور مضبوط بنادیتا ہے جو گرم پانی میں نہیں پایا جاتا، گناہوں میں دوطرح کے اثرات ہوتے ہیں۔

گندگی اور نرمی، جھکنا، کمزور ہوجانا پس ان دونوں کا علاج کرنا ضروری ہے جو دل کو گندگی سے پاک اور اسے مضبوط کردے پس ٹھنڈے پانی اور برف کا ذکر کرکے اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔[3]

دوسری:﴿ وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ ﴾ یعنی میرے دل کو گناہوں اور غلطیوں کو اسی طرح صاف کردے جیسا کہ سفید کپڑا گندگی اور دھول سے صاف ہوجاتا ہے۔

دلوں سے گناہوں کے صاف ہونے کی تشبیہ سفید کپڑے کا گندگی سے صاف ہونے سے دی گئی ہے اسلئے کہ سفید کپڑے سے اگر گندگی صاف ہوجائے تو واضح طور پر نظر آتی ہے بنسبت دوسرے رنگوں کے، دوسرے رنگوں میں دھلنے کے بعد بھی گندگی کے اثرات ہوتے ہیں اور گندگی واضح نظر نہیں آتی اس کے برخلاف سفید کپڑے سے گندگی مکمل صاف ہوجاتی ہے گندگی کے اثرات بھی واضح نظر آتے ہیں اسی لیے سفید کپڑے سے تشبیہ دی گئی ہیکہ دلوں سے گناہوں کی گندگی صاف ہوجانے کے بعد اس کے ذرا بھی اثرات باقی نہ رہے جس طرح سے سفید کپڑے کو دھلنے کے بعد گندگی کے اثرات باقی نہیں رہتے بلکہ پوری طرح ختم ہوجاتے ہیں۔

---

[1] ابن ماجہ: 4077۔

[2] تحفۃ الذاکرین: ص: 144۔

[3] زاد المعاد: 4/293۔

تیسری: ﴿وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ یہاں پر دوری سے مراد گناہوں کو مٹانا اور اس پر سوال نہ کیا جانا ہے اور دوبارہ گناہ واقع نہ ہونا مراد ہے، مغرب اور مشرق کے درمیان کی دوری سے تشبیہ دی گئی ہے اسلئے کہ اس سے بڑی دوری انسان نے نہیں دیکھا اور مشرق اور مغرب کا ملنا ناممکن ہے پس اس سے مراد گناہوں سے کلی طور پر دور ہو جانا اس سے قریب نہ ہونا.

کرمانی کہتے ہیکہ: احتمال ہیکہ ان تین دعاؤں میں تینوں زمانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

دوری: زمانہ مستقبل کیلئے۔ صفائی: زمانہ حال کیلئے۔ دھلنا: زمانہ ماضی کیلئے ہے۔ [1]

## استعاذہ کی حدیثیں (٦)

(یعنی وہ احادیث جس میں پناہ طلب کی گئی ہیں)

8) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ، وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ سے پناہ مانگا کرو آزمائش کی مشقت، بدبختی کی پستی، برے خاتمے اور دشمن کے ہنسنے سے۔ [2]

### اس حدیث میں چار چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہیں:

پہلی: ﴿جَهْدِ الْبَلَاءِ﴾ یعنی ہر وہ مصیبت و پریشان اور مشقت جو بندے کو پہنچتی ہے جس کو برداشت کرنے اور اس کا دفاع کرنے کی بندہ قدرت اور طاقت نہیں رکھتا اس سے پناہ مانگی گئی ہے.

دوسری: ﴿دَرَكِ الشَّقَاءِ﴾ درک کے معنی پہنچنا، لاحق ہونا، الشقاء یہ سعادت کی ضد ہے، یعنی ہلاکت و بربادی یا وہ چیز جو ہلاکت و بربادی کی طرف لے جاتی ہے چاہے اس کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے۔

تیسری: ﴿سُوءِ الْقَضَاءِ﴾ برے فیصلے سے یا برے خاتمے سے پناہ مانگنا یعنی جو بری چیز یا ناپسندیدہ چیز بندے کو حاصل ہوتی ہے اس کے نفس میں، مال میں، اولاد میں یا موت کے وقت.

چوتھی: ﴿شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ﴾ دشمن کے خوش ہونے سے دل کو بہت زیادہ تکلیف پہنچتی ہے اسلئے اس سے پناہ مانگی گئی ہے.

9) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيعِ سَخَطِكَ.

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کی دعا یہ تھی: ﴿اَللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيعِ سَخَطِكَ﴾ یعنی یا اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے زوال سے اور تیری عافیت اور صحت دی

---

[1] فتح الباری: 2/230۔
[2] صحیح بخاری: 6616، صحیح مسلم: 2707۔

ہوئی پلٹ جانے سے اور تیرے ناگہانی عذاب سے اور سب تیرے غضب والے کاموں سے ۔[1]

امام شوکانی کہتے ہیکہ: اللہ کے رسول ﷺ نے نعمتوں کے ختم ہونے سے پناہ مانگی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب نعمتوں کا شکر یہ ادا نہ کیا جائے اور اس کا استعمال جائز کاموں میں نہ کیا جائے اور کبھی کبھی جائز امور بھی اس کو خرچ نہیں کرتا جیسے کہ بخیلی اور کنجوسی جو صاحب مال سے اس بات کا تقاضا کرتی ہیکہ وہ مال کا حق ادا کرے جو اس پر واجب ہے.

اسی طرح سے اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی عافیت کے پلٹ جانے سے پناہ مانگی اسلئے کہ اللہ جب کسی کو اپنے عافیت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے تو یقیناً وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگیا اور اگر اس سے اللہ کی عافیت پلٹ گئی تو یقیناً اسے دنیا و آخرت کی برائی اسے لاحق ہوگی، بیشک دنیا وآخرت کے معاملات کی اصلاح و درستگی عافیت کے ذریعے ہی ہے.

نبی کریم ﷺ نے اللہ کے اچانک عذاب سے پناہ مانگی اسلئے کہ اللہ جب بندے سے بدلہ لیتا ہے تو اسے ایسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے جس کو دور کرنے کی وہ قدرت وطاقت نہیں رکھتا اور اگر ساری مخلوقات بھی مل کر اسے دور کرنا چاہے تو دور نہیں کر سکتے ۔

فجاۃ یعنی اچانک عذاب آنا جس کا علم بھی نہ ہو.

اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی ہر قسم کی ناراضگی سے پناہ مانگی اسلئے کہ اللہ جب بندے سے کسی بات پر ناراض ہوگیا تو بندہ ہلاک و برباد ہوگیا اگر چہ وہ ناراضگی بہت چھوٹی ہی کیوں نہ ہو اسی لئے اس دعاء میں چھوٹی بڑی ہر قسم کی ناراضگی سے پناہ مانگی گئی ہے.[2]

10) عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ.

زیاد بن علاقہ کے چچا قطبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ﴾ اے اللہ! میں تجھ سے بری عادتوں، برے کاموں اور بری خواہشوں سے پناہ مانگتا ہوں ۔[3]

## اس حدیث میں تین بری چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہیں:

پہلی: ﴿مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ﴾ برے اخلاق سے اللہ کے رسول نے اسلئے پناہ مانگی کہ یہ ہر برائی کو لاتا ہے اور ہر خیر کو دور کرتا ہے.

دوسری: ﴿مُنْكَرَاتِ الْأَعْمَالِ﴾ برے اعمال سے مراد گناہ، معصیت ونافرمانی ہے.

بعض علماء نے کہا کہ: اخلاق س مراد باطنی اعمال اور اعمال سے مراد ظاہری أعمال ہیں ۔[4]

یعنی ظاہری و باطنی ہر قسم کے گناہ سے پناہ مانگنا.

تیسری: ﴿مُنْكَرَاتِ الْأَهْوَاءِ﴾ اللہ کے رسول نے بری خواہشات سے پناہ مانگی اسلئے کہ وہ برائی کی طرف لے جاتی ہے اور اس کی وجہ

---

[1] صحیح مسلم: 2739۔

[2] تحفۃ الذاکرین: ص: 351-352۔

[3] ترمذی: 3591۔

[4] تحفۃ الأحوذی: 10/ 50۔

سے مختلف قسم کی نافرمانی،انحرافات پیدا ہوتے ہیں.

11) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ، وَشَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ.

فروہ بن نوفل اشجعی رحمہ اللہ سے روایت ہے،میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کیا دعا کرتے تھے اللہ سے؟ انہوں نے کہا: آپ ﷺ فرماتے تھے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ﴾ یا اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کام کی برائی سے جو میں نے کیا اور جو میں نے نہیں کیا۔"[1]

اس میں تمام قسم کے استعاذہ کو جمع کر دیا گیا ہے یعنی اس میں ان تمام برے اعمال سے پناہ مانگی گئی جو بندے نے کیا ہے اور جو نہیں کیا ہے یعنی ہر عمل کی برائی سے پناہ مانگی گئی ہے.

امام شوکانی کہتے ہیکہ: اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے تمام اعمال کی برائی سے پناہ مانگی جو آپ نے کیا اور اپنے ان اعمال کی برائی سے بھی پناہ مانگی جو آپ مستقبل میں کریں گے اور ایک دوسری روایت میں ہیکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان تمام معاملات کی برائی سے پناہ مانگی جسے وہ جانتے اور ان تمام معاملات کی برائی سے پناہ مانگی جسے آپ نہیں جانتے،اس میں نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہیکہ وہ آپ کی پیروی کرے ورنہ آپ کے تمام اعمال تو اچھے تھے جس میں ذرا بھی برائی نہیں اور آپ تو برائیوں سے معصوم تھے.[2]

اس استعاذہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہیکہ: بندے کو جو بھی برائی اور مصیبت پہنچتی ہے وہ اس کے ہاتھوں کی کمائی ہے یا لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے ہے اگر چہ وہ براہ راست عمل کرنے والا نہ ہو،جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾

(سورۃ الشوریٰ:30)

اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (سورہ الانفال:25)

اور اس عظیم فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچے گا جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا اور جان لو کہ اللہ بہت سخت سزا والا ہے۔

اس میں بندے کی کمزوری،اس کا اپنے تمام امور کی اصلاح میں اور اپنے نفس کی برائی سے بچنے میں اور اپنے اعمال کی برائی سے بچنے میں اللہ کا بہت زیادہ محتاج ہے وہ ذرہ برابر بھی اپنے رب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بیشک اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت اور توفیق دیتا ہے،اسکے علاوہ کوئی رب نہیں ہے.

ان جامع دعاؤں کا سلسلہ مکمل ہوا جن میں پناہ مانگی گئی ہے۔میں نے اس باب میں جو بھی جمع کیا ہے اس پر ہر طرح سے اول و آخر،ظاہر

---

[1] صحیح مسلم:2716۔

[2] تحفۃ الذاکرین:ص:351۔

و باطن ہر طرح سے اللہ رب العالمین کا شکریہ ہے۔

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾

اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد بھی صالح بنا، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔(سورۃ:الاحقاف:15)

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾(سورۃ البقرہ:127)

اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

الحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین